ہفتہ | 21۔فروری 1998ء

احمدی احباب کی تعلیم و تربیت کے لئے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

روزنامہ
الفضل ربوہ
ایڈیٹر: نسیم سیفی

CPL 61

☎ 213029

جلد 48-83 نمبر 40 | ہفتہ 23 شوال 1418ھ ۔ 21 تبلیغ 1377ہش ۔ 21 فروری 1998ء

فضائل بھی امراض متعدیہ کی طرح ہونے ضروری ہیں

حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ فرماتے ہیں:

یاد رکھو کہ فضائل بھی امراض متعدیہ کی طرح ہونے ضروری ہیں (صاحب ایمان) کیلئے حکم ہے کہ وہ اپنے اخلاق کو اس درجہ پر پہنچائے کہ وہ متعدی ہو جائیں کیونکہ کوئی عمدہ سے عمدہ بات قابل پذیرائی اور واجب التعمیل نہیں ہو سکتی۔ جب تک اس کے اندر ایک چمک اور جذب نہ ہو۔ اس کی درخشانی دوسروں کو اپنی طرف متوجہ کرتی ہیں۔ اور جذب ان کو کھینچ لاتا ہے۔ اور پھر اس فعل کی اعلیٰ درجہ کی خوبیاں خود بخود دوسرے کو عمل کی طرف توجہ دلاتی ہیں۔

(ملفوظات جلد اول صفحہ 138)

ارشادات حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ

خدا تعالیٰ کی نگاہ انسان مخلص کے دل کے ایک نقطہ پر ہوتی ہے جسے وہ دیکھتا ہے اور جانتا ہے کہ اس کی خاطر وہ خوش دلی سے ہر صعوبت، مکروہ کو برداشت کر لے گا۔ یہ ضرور نہیں کہ کوئی بڑی بڑی مشقتیں کرے اور دائم حاضرباش رہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ خاکروب ہمارے مکان میں آکر بڑی تکلیف اٹھاتا ہے اور جو کام وہ کرتا ہے ہمارا ایک بڑا معزز مخلص دوست وہ کام نہیں کر سکتا، تو کیا ہم اپنے وفادار احباب کو بے قدر سمجھیں اور خاکروب کو معزز و مکرم خیال کریں۔ بعض ہمارے ایسے بھی احباب ہیں جو مدتوں کے بعد تشریف لائے ہیں اور انہیں ہر وقت ہمارے پاس بیٹھنا میسر نہیں آتا، مگر ہم خوب جانتے ہیں کہ ان کے دلوں کی بناوٹ ایسی ہے اور وہ اخلاص و مودت سے ایسے خمیر کیے گئے ہیں کہ ایک وقت ہمارے بڑے بڑے کام آسکتے ہیں۔ نظام قدرت میں بھی ہم ایسا ہی دیکھتے ہیں کہ جتنا شرف بڑھ جاتا ہے، محنت کام ہلکا ہو جاتا ہے۔

(ملفوظات جلد اول صفحہ 214)

کامل توجہ اور خشیت اللہ کے ساتھ دعا کرنی چاہئے

(حضرت امام جماعت احمدیہ الثانی)

جو شخص یہ سمجھتا ہے کہ میں خود فلاں کام کر سکتا ہوں وہ اگر اس کے لئے دعا کرے تو اس کی دعا دراصل دعا نہیں ہوگی۔ دعا اسی کی دعا کہلانے کی مستحق ہوگی جو اپنے اوپر ایک موت طاری کرتا ہے۔ اور اپنے آپ کو بالکل ہیچ سمجھتا ہے۔ جو انسان یہ حالت پیدا کرے۔ وہی خدا کے حضور کامیاب اور اسی کی دعائیں قابل قبول ہو سکتی ہیں۔ ورنہ جب تک انسان یہ تسلیم نہ کرے۔ کہ وہ خود کچھ نہیں ہے اپنے نفس پر موت وارد کر کے یہ یقین نہ کرے کہ وہ بے بس اور بیکس ہے۔ صرف اللہ ہی کی ذات ہے جو اس کو سہارا دے سکتی ہے۔ تب تک خدا تعالیٰ سے کسی کامیابی یا مدد کی امید نہیں رکھ سکتا۔ پھر دوسری بات جو دعا کی قبولیت کے لئے نہایت ضروری ہے وہ یہ ہے کہ اپنے اوپر ایک موت قبول کرنے کے بعد اس کی کامل توجہ اس طرف ہو کہ خدا کے سوا کوئی مددگار نہیں۔ جب تک وہ اپنے اندر خشیت اللہ پیدا نہیں کرتا اور خدا تعالیٰ کی طرف اپنی توجہ کو کامل طور پر نہیں پھراتا اس کی دعا بھی قبول نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ وہ شخص جو اپنے آپ کو مردہ خیال کرے۔ لیکن اس کے دل میں کرب گریہ و بکاء عاجزی و انکسار پیدا نہ ہو اس کی دعا قبول نہیں ہو سکتی۔ پس یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ اس شخص کی دعا قبول ہو جس کا دل کسی اور طرف لگا ہوا ہو اور زبان کچھ اور کہہ رہی ہو۔

تیسری بات جو دعا کی قبولیت کے لئے ضروری ہے وہ یہ ہے کہ اگر انسان پورے طور پر خدا تعالیٰ کی طرف جھک بھی جائے۔ اور اپنے آپ کو بے بس و بے کس بھی ظاہر کرے۔ لیکن اس کے دل کے اندر یہ یقین نہ ہو کہ وہ خدا دعائیں قبول کرتا ہے تو ایسے شخص کی بھی دعا قبول نہیں ہوتی۔ کیونکہ اس کی مثال ایسی ہے جیسے ایک شخص لولے اور لنگڑے کو کہے کہ میرے سر پر یہ بوجھ رکھ دو۔ کیا اس کا اس لولے اور لنگڑے سے مدد حاصل کرنا جس سے مدد کی قطعاً امید نہیں ہو سکتی ہنسی نہ ہوگی۔ پس جس کو یہ یقین ہی نہ ہو کہ خدا تعالیٰ اتنی طاقت رکھتا ہے کہ میری دعا کو قبول کر سکتا ہے ایسے شخص کی دعا بھی قبول نہیں ہو سکتی۔

پس یہ تین باتیں ہیں جو دعا کی قبولیت کے لئے ضروری ہیں۔ یہ کہ انسان اپنے دل میں یہ سمجھے کہ میں سخت کمزور ہوں۔ صرف خدا تعالیٰ ہی کی ذات ہے جو سب کمزوریوں سے پاک ہے اور پھر غرور اور کبر کا مادہ بالکل اپنے دل سے نکال دے۔

دوسرے کامل توجہ کے ساتھ تمام دوسری طرفوں سے اپنی توجہ کو ہٹا کر خدا کے حضور گر جائے۔

تیسرے اپنے دل کے اندر اس بات کا کامل یقین اور وثوق پیدا کرے کہ خدا تعالیٰ دعاؤں کو سننے اور قبول کرنے کی طاقت رکھتا ہے۔ اور وہ ضرور دعائیں قبول کرتا ہے۔

باقی صفحہ 7 پر

سانحہ ارتحال

○ مکرم شیخ رحمت اللہ صاحب کراچی سے لکھتے ہیں۔

افسوس کے ساتھ احباب کو یہ اطلاع دی جاتی ہے کہ میرے داماد کرنل ملک منور احمد طویل علالت کے بعد 18 فروری کی صبح وفات پا گئے موصوف دل کے عارضہ میں مبتلا تھے۔ آپ حضرت ملک غلام فرید صاحب کے بیٹے تھے۔

ساری بیماری کے دوران منور کے بڑے بھائی عزیز ملک مبشر احمد صاحب، بہنوئی جری اللہ صاحب اور بہن منصورہ نے بڑی خدمت کی اللہ ان عزیزوں کو اجر عظیم سے نوازے ملک مبشر احمد صاحب 18/11 لنک شامی روڈ لاہور چھاؤنی رہتے ہیں منور کے پسماندگان میں بیوہ نصرت، بیٹیاں، رملہ اور سدرت بیٹوں میں دانیال اور سعد ہیں۔ احباب سے مکرم منور احمد صاحب کی مغفرت کے لئے دعا کی درخواست ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے پسماندگان کو صبر و تحمل عطا فرمائے اور ہر حالت میں ان کا حامی و ناصر ہو آمین۔

○ محترمہ حشمت بیگم صاحبہ اہلیہ مکرم محمد سلیمان صاحب آف لطیف آباد حیدر آباد مورخہ 11۔ فروری 1998ء کو بعمر 80 سال ہارٹ اٹیک ہونے سے وفات پا گئیں۔ ان کا جنازہ حیدر آباد ادا کیا گیا بعدہ 12۔ فروری کو میت تدفین کے لئے ربوہ لائی گئی جہاں بیت المبارک میں ان کا جنازہ محترم چوہدری مبارک مصلح الدین احمد صاحب نے پڑھایا اور بہشتی مقبرہ میں تدفین عمل میں آئی جہاں قبر تیار ہونے پر محترم چوہدری حمید الدین صاحب سابق صدر محلہ دار العلوم غربی نے کروائی۔ موصوفہ کی بلندی درجات کے لئے دعا کی درخواست ہے۔

درخواست دعا

○ مکرم پرویز منان صاحب ابن ڈاکٹر عبد المنان صاحب (وفات یافتہ) فیصل آباد کو 4۔ فروری 1998ء کو دل کا شدید حملہ ہوا۔ اب قدرے افاقہ ہے۔ موصوف کی صحت کاملہ و عاجلہ و درازی عمر کے لئے درخواست دعا ہے۔

○ محترم ماسٹر الطاف احمد صاحب گذشتہ ایک ماہ سے بوجہ ہائی بلڈ پریشر بیمار ہیں، کمزوری بہت زیادہ ہے۔ احباب جماعت کی خدمت میں دعا کی درخواست ہے۔

اگر توبہ کے ثمرات چاہتے ہو تو عمل کے ساتھ توبہ کی تکمیل کرو

(حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

روزنامہ الفضل ربوہ	پبلشر: آغا سیف اللہ - پرنٹر: قاضی منیر احمد مطبع: ضیاء الاسلام پریس - ربوہ مقام اشاعت: دار النصر غربی - ربوہ	قیمت 2 روپے 50 پیسے

21 تبلیغ 1377 ہش   21 فروری 1998ء

محنت کی اہمیت

بعض نفسیاتی نکتے سمجھ لینا نہایت ضروری ہے۔ ان کو سمجھے بغیر انسان ٹامک ٹوئیاں مارتا ہے۔ اگرچہ کبھی کامیاب بھی ہو جاتا ہے۔ لیکن ناکام ہونے کے مواقع زیادہ ہوتے ہیں۔ مثلاً یہ نفسیاتی نکتہ کہ کام کس طرح کرنا چاہئے۔ بعض لوگ بڑی محنت کرتے ہیں۔ اپنے دست و بازو ہلاتے ہیں۔ تگ و دو کرتے ہیں اور وہ سمجھتے ہیں کہ کامیابی کے لئے یہ بات نہایت ضروری ہے اور حقیقت بھی یہی ہے کہ انسان کے لئے تگ و دو کرنا لازم ہے۔ لیکن بعض لوگ ایسے ہیں کہ وہ اپنی کامیابی اور ناکامی کے لئے قضاو قدر کو بیچ میں لے آتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ کامیاب ہونا ہے یا کامیاب نہیں ہونا اس کا ہم سے کیا تعلق ہے۔ جو کچھ لکھا جا چکا ہے وہ ہو کر رہے گا۔ گویا کہ وہ اپنی ہر بات کے لئے قضاو قدر کو ذمہ دار ٹھہراتے ہیں اور جیسا کہ ہم عام طور پر دیکھتے ہیں کہ اگرچہ وہ کبھی کامیاب بھی ہو جاتے ہیں لیکن زیادہ تر ناکام ہی رہتے ہیں۔ اور اگر دیکھا جائے تو جو لوگ غلط کام کر کے ناکام ہو جاتے ہیں وہ قضاو قدر کو زیادہ پیش کرتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ ہم کیا کر سکتے تھے۔ ہماری تقدیر میں ہی یہ لکھا تھا۔ ہم اپنی ناکامی کو کامیابی میں کس طرح بدل سکتے تھے۔

کچھ لوگ ایسے ہیں جو دعا کے قائل ہیں لیکن اس رنگ میں کہ دعا کی اور کچھ نہ کیا۔ کہتے ہیں کہ ہم نے خدا سے دعا کی ہے وہی ہمارے کام کرے گا وہ اس بات پر غور نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں جو قوتیں دی ہیں وہ بھی تو آخر کام کرنے کے لئے ہی دی ہیں۔ تو کوشش کرنا ہمارا فرض ہے۔ ہاتھ پاؤں ہلانا ہمارا فرض ہے۔ تدبیر کر کے اس کی تکمیل کے لئے ارادہ کرنا ہمارا فرض ہے۔ لیکن وہ ایسا نہیں کرتے۔ دعاؤں پر زور دیتے ہیں اور زور بھی اس طرح دیتے ہیں کہ دعاؤں کے علاوہ اور کچھ کرتے ہی نہیں۔

کچھ لوگ توکل کی بات کرتے ہیں۔ کہتے ہیں اللہ تعالیٰ پر ہمیں توکل کرنا چاہئے۔ وہی ہمارے کام کرے گا۔ یہ بھی انہیں نکما اور سست بنا دینے والی بات ہے۔ گویا کہ خود تو ہاتھ پاؤں ہلاتے نہیں۔ خدا تعالیٰ سے کہتے ہیں کہ تو ہمارے کام کر۔ خدا تعالیٰ انسانوں کے کام کرتا تو ہے لیکن وہ آپ نے سنا ہے نا! کہ ہمت مرداں مدد خدا' خدا کی مدد اس وقت آتی ہے جب انسان ہمت سے کام لیتا ہے۔ جب وہ خود کچھ کرنے کے لئے تیار ہوتا ہے اور بالا رادہ وہ کچھ کرتا بھی ہے۔

پس توکل کا یہ نظریہ کہ ہم نے خدا تعالیٰ پر توکل کر لیا ہے اب ہمارے کام ہو جائیں گے' بھی غلط ہے۔ نفسیاتی نکتہ سمجھنے والا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو قانون قدرت بنائے ہیں اور جو کام کرنے کے طریق اس نے مقرر کئے ہیں۔ ان پر عمل کیا جائے۔ اگر ان پر عمل نہ کیا جائے تو قضاو قدر بھی بیچ میں نہیں آتی۔ دعا بھی کام نہیں کرتی اور توکل بھی کسی صحیح نتیجے پر نہیں پہنچاتا۔ قانون قدرت یہ ہے کہ ہم اپنی تمام طاقتوں سے کام لیں۔ سوچیں بھی اور ہاتھ پاؤں بھی ہلائیں اور بالا رادہ ایسا کریں۔ اور یہ بات سامنے رکھ کر کریں کہ کامیابی کے لئے ہمارا اپنا طریق عمل بھی نہایت ضروری ہے۔ اور جب ہم اپنے ہاتھ پاؤں ہلائیں تو یہ دیکھنے کی کوشش کریں کہ قضاء و قدر کہاں ہمیں آگے بڑھاتی ہے اور کہاں ہمارے قدم روکتی ہے۔ ایسا کرنے سے ہم اپنا تجزیہ کرنے کے قابل ہو جائیں گے اور تجزیہ اس لئے لازم ہے کہ اگر ہمیں پتہ ہی نہ چلے کہ ہم آگے بڑھ رہے ہیں یا پیچھے جا رہے ہیں تو ہمارا کام کس طرح پایہ تکمیل کو پہنچے۔ پھر کام کرتے ہوئے ہمارے دل میں یہ خیال نہیں آنا چاہئے کہ از خود ہم اس کا صحیح نتیجہ نکال سکتے ہیں۔

ہاتھ پاؤں ہلانا ہمارا فرض ہے۔ تگ و دو کرنے کے بغیر ہمیں کامیابی حاصل نہیں ہو سکتی۔ لیکن دعا کی بھی ضرورت ہے۔ خدا تعالیٰ کو بھی بیچ میں لانا چاہئے کہ ہم کام تو کر رہے ہیں لیکن نتیجہ تیرے ہاتھ میں ہے۔ جب ہم خدا تعالیٰ کو اپنی مدد کے لئے بلائیں گے۔ تو یقیناً ہمارے دل میں بھی ایک قوت پیدا ہو گی۔ گویا کہ ہم پہلے سے بھی زیادہ بہتر رنگ میں کام کر سکیں گے۔ اور توکل کے لئے یہ بات یاد رکھنے والی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہماری مدد تو کرتا ہے لیکن وہ چاہتا ہے کہ اس کی مدد کے آنے سے پہلے ہم اپنی مدد خود بھی کریں۔ جو کچھ ہمیں کرنا ہے اس کے لئے سامان مہیا کریں اور سامان مہیا کرنے کے بعد ان کو کام میں لائیں۔ اس سلسلے میں وہ مثال تو عام طور پر پیش کی جاتی ہے۔ پہلے اونٹ کا گھٹنا باندھیں۔ یہ نہیں کہ اونٹ کو کھلا چھوڑ دیا۔ اور خدا پر توکل کر لیا کہ یہ جائے گا کہیں نہیں۔ وہ کیوں کہیں نہیں جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے ٹانگیں دی ہیں پاؤں دیئے ہیں۔ چلنے کی طاقت دی ہے۔ وہ جہاں چاہے گا چلا جائے گا۔ اگر آپ چاہتے ہیں کہ کہیں نہ جائے تو صرف توکل کا لفظ تو کام نہیں آئے گا اس کا گھٹنا باندھیں۔ اس کی طاقت کو اپنے انتظام میں لے لیں کہ وہ کہیں چل پھر نہ سکے۔ آپ اس کی طاقت کو جب اپنے انتظام میں لے لیں گے تو پھر کہا جائے گا کہ آپ نے خدا تعالیٰ پر توکل کیا ہے۔ کیونکہ اس کے باوجود کوئی نہ کوئی بات ایسی ہو سکتی ہے کہ اونٹ کو ادھر ادھر جانے کا موقع مل جائے۔ وہ رسی ٹوٹ جائے جس سے گھٹنا باندھا ہے۔ کوئی چور اسے لے جائے۔ کچھ بھی ہو سکتا ہے۔ پس گھٹنا باندھنے کے بعد توکل کا موقع آتا ہے۔

یہ ساری بات جو ہم نے کہی ہے اس کا ماحصل یہ ہے کہ اپنے کام سرانجام دینے کے لئے تگ و دو نہایت لازم ہے۔ قضاو قدر دعا اور توکل کو بیچ میں لا کر ناکامیوں کا منہ نہ دیکھئے' محنت کیجئے' محنت کیجئے اور پھر محنت کیجئے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

ہاتھ مصروفِ عمل ہوں دل میں یادِ یار ہو
ہر کسی سے دوستی ہو ہر کسی سے پیار ہو
اعتمادِ آدمیّت رابطے کی ہے دلیل
مسکراہٹ ہو لبوں پر' خواہشِ گفتار ہو
جو ملے' پھر آپ سے ملنے کی خواہش ہو اسے
آپ جو کچھ بھی کہیں وہ حاملِ اثمار ہو

ابو الاقبال

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ارشادات حضرت امام جماعت احمدیہ الثانی

علمی مسائل

پیدائش کی اصل غرض جیسا کہ کلام الٰہی سے معلوم ہوتا ہے یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کا پیارا بن جائے۔ جب وہ یہ مقام حاصل کر لیتا ہے۔ تو دنیا بے شک مٹ جائے خدا تعالیٰ کے رجسٹر سے اس کا نام کبھی نہیں مٹ سکتا۔ وہ گدڑی میں پڑا ہوا بھی خدا تعالیٰ کا مقرب بن سکتا ہے۔ اور اتنا بڑا بن سکتا ہے کہ دنیا کی بڑائیاں اس کے مقابلہ میں بالکل ہیچ ہو جائیں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم کو اسی بنیادی نکتہ کی طرف توجہ دلائی ہے اور انہیں نصیحت کی ہے کہ تم اپنی پیدائش کے مقصد پر غور کرو اور اللہ تعالیٰ نے تمہاری ہدایت کا جو سامان کیا ہے اس سے فائدہ اٹھاؤ ورنہ تمہاری زندگی بے کار چلی جائے گی۔ اور تم اپنے ہاتھوں اپنی قبر کھودنے والے قرار پاؤ گے۔ پھر فرماتے ہیں (تمام جہانوں کا رب) خدا ہی ہے جو مجھے کھانا کھلاتا اور پانی پلاتا ہے ورنہ نہ گندم میری پیدا کی ہوئی ہے نہ پانی میرا بنایا ہوا ہے۔ نہ نمک میرا بنایا ہوا ہے۔ نہ مرچ میری پیدا کی ہوئی ہے۔ نہ گوشت میرا پیدا کیا ہوا ہے نہ ترکاریاں میں نے پیدا کی ہیں۔ یہ سب چیزیں میرے باپ دادا کی پیدائش سے بھی پہلے کی ہیں بڑے سے بڑے خاندان کا ذکر بھی 100 پشتوں سے آگے نہیں جاتا لیکن گندم ' پانی ' ترکاری ' گوشت ' نمک ' مرچ اور مونگ وغیرہ ہزاروں پشتوں سے بھی پہلے کی ہیں۔ پھر یہ انسان کی کس طرح ہو گئیں۔ ہم اگر کھاتے ہیں تو اس لئے کہ خدا نے ہمیں ان چیزوں کے کھانے کی اجازت دی ہے ورنہ ہم میں طاقت نہیں تھی کہ یہ چیزیں خود مہیا کر سکتے۔ اسی طرح جب ہم پانی پیتے ہیں اور اس بات پر غور کرتے ہیں کہ یہ پانی ہمیں کس طرح ملا۔ تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ یہ پانی خدا تعالیٰ نے ہی زمین کی تہوں میں رکھا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ کلام الٰہی میں بار بار فرماتا ہے کہ اگر ہم اس زمین کو کھینچ لیں تو تم پانی کہاں سے لاؤ۔ اور یہ بالکل سچی بات ہے کہ ہم میں کوئی طاقت نہیں کہ ہم پانی مہیا کر سکیں یہ سب خدا تعالیٰ کا فضل ہے کہ اس نے یہ تمام ضروری اشیاء ہمیں مہیا کر دی ہیں۔ اگر تھوڑی دیر بھی ہمیں پانی نہ ملے تو ہمیں سخت وقت کا سامنا کرنا پڑتا ہے چنانچہ جن علاقوں میں پانی کی کمی ہے وہاں لوگ ایسی ایسی چیزیں پیتے ہیں جن کو ہمارے علاقے میں پانی نہیں کہہ سکتے۔ مثلاً سندھ اور بلوچستان کے بعض علاقے ایسے ہیں جہاں لوگ کیچڑ پیتے ہیں۔ لیکن ہمارے ملک والے ایسا نہیں کر سکتے۔ یہ الگ بات ہے کہ انہیں کوئی مشکل پیش آ جائے۔ تو وہ بھی اس قسم کا پانی پی لیں ورنہ عام حالات میں ہمارے ہاں اسے پانی نہیں سمجھا جاتا۔ غرض کھانے اور پینے کی کوئی چیز ایسی نہیں جو اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے مہیا نہ کی ہو۔ لیکن چونکہ خدا تعالیٰ کا وجود مخفی ہے اور وہ پس پردہ احسان کرتا ہے اس لئے باوجود اس کے کہ اس کے احسانات بہت زیادہ ہیں لوگ انہیں محسوس نہیں کرتے۔ ماں اپنی چھاتیوں سے دودھ پلاتی ہے۔ اور بچہ اپنی عقل کے مطابق سمجھتا ہے کہ ماں اس پر احسان کرتی ہے۔ اور اپنا خون اسے چوساتی ہے۔ حالانکہ یہ قربانی کا جذبہ ماں نے خود پیدا نہیں کیا۔ یہ جذبہ اس کی پیدائش سے بھی پہلے اس کے اندر رکھا گیا تھا۔ چنانچہ دیکھ لو چھوٹی چھوٹی لڑکیاں گڑیاں بناتی ہیں اور ان سے کھیلتی ہیں یہ وہی بچہ پالنے کا جذبہ ہوتا ہے۔ جو ان کے اندر پایا جاتا ہے۔ ان کے اندر یہ حس خدا تعالیٰ نے ہی پیدا کی ہے۔ خواہ وہ عقل کے ماتحت ایسا کرتی ہیں۔ یا بے عقلی کے ماتحت ایسا کرتی ہیں۔ بہرحال عورت کے اندر خدا تعالیٰ نے اولاد سے محبت کرنے کا مادہ رکھا ہے۔ اور یہ وہ چیز ہے جو ماں نے خود اپنے اندر پیدا نہیں کی بلکہ اس کی پیدائش سے بھی پہلے اس کے اندر رکھ دی گئی تھی۔ اور جب یہ مادہ ماں کی پیدائش سے پہلے کا اس کے اندر پایا جاتا ہے۔ تو پھر یہ اس کا پیدا کیا ہوا نہ ہوا اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب یہ مادہ ماں کا پیدا کیا ہوا نہیں تو آخر یہ مادہ ماں کے اندر کس نے پیدا کیا ہے۔ بہرحال وہ کوئی اور ہستی ہے اور ہمیں یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ وہ ہستی جس نے سب مخلوقات کو پیدا کیا ہے اسی نے یہ مادہ ماں کے اندر رکھا ہے۔ مگر ہم دیکھتے ہیں کہ بچہ ماں سے محبت کرتا ہے۔ خدا تعالیٰ سے محبت نہیں کرتا۔ اس لئے کہ خدا تعالیٰ اسے نظر نہیں آتا۔ جب اس کی ماں اپنی ماں کے پیٹ میں تھی اور خدا تعالیٰ کے فرشتے اس کے دل میں اولاد کی خواہش اور محبت پیدا کر رہے تھے۔ تو اس نے اس نظارہ کو دیکھا نہیں تھا۔ اس نے صرف اتنا ہی دیکھا کہ ماں اسے اپنی چھاتیوں سے دودھ پلا رہی ہے۔ خواہ وہ فاقہ ہی کر رہی ہو۔ اور بھوک کی وجہ سے نڈھال ہو رہی ہو۔ وہ سوکھ کر کانٹا ہو گئی ہو اس کا گوشت گھل گیا ہو۔ اور ہڈیاں نکل آئی ہوں۔ لیکن ادھر بچہ رویا ادھر ماں نے اپنے سوکھے ہوئے پستان اس کے منہ میں دے دیئے خواہ پستانوں میں دودھ کا کوئی قطرہ ہو یا نہ ہو۔ ماں کے اندر یہ جذبہ کس ہستی نے پیدا کیا ہے وہ بچے کو نظر نہیں آتی۔ اس لئے وہ اس سے محبت کرنے لگ جاتا ہے۔ انسان کھانا کھاتا ہے۔ جس شخص نے اسے گندم دی اور اس نے اس سے روٹی بنائی وہ اس کا شکریہ ادا کرتا ہے یا جس کی نوکری کر کے اس نے پیسے کمائے اور ان سے اس نے گندم خریدی وہ اس کا شکریہ ادا کرتا ہے جس ماں اور بیوی نے اسے روٹی پکا کر کھلائی وہ ان کا شکریہ ادا کرتا ہے لیکن جس نے گندم بنائی۔ جس نے نمک بنایا۔ جس نے پانی بنایا وہ اس کا شکریہ ادا نہیں کرتا۔ اس لئے کہ گندم مہیا کرنے والا یا ملازمت دینے والا اسے نظر آتا تھا۔ ماں اسے نظر آتی تھی۔ کہ وہ گرمی کے دنوں میں آگ کے آگے بیٹھی روٹی پکا رہی ہے۔ یا سردی میں جب وہ خود لحاف میں باہر نہیں نکلتا وہ صحن میں بیٹھی اس کے لئے ناشتہ تیار کر رہی ہے۔ چونکہ وہ اسے نظر آتی ہے۔ اس لئے اس کے اندر احساس شکر پیدا ہو جاتا ہے۔ لیکن چونکہ اسے اس احسان کا اصلی بانی نظر نہیں آتا اس لئے اسے یہ خیال نہیں آتا کہ دراصل یہ احسان کسی اور ذات نے کیا ہے۔

ooo

تلقینِ عمل

حضرت امام جماعت الثانی نے اپنے خطبہ صدارت تعلیم الاسلام کالج 1950ء کے جلسہ تقسیم اسناد میں دیگر امور کے علاوہ فرمایا۔

انسانی زندگی میں مختلف تغیرات آتے ہی رہتے ہیں۔ اور یہی تغیرات انسانی زندگی کی دلچسپی کا موجب ہوتے ہیں۔ انسان کی زندگی سے ان تغیرات کو خارج کر دو تو اس کی ساری دلچسپی ختم ہو جاتی ہے۔ ایک لمبے عرصے کی ہم آہنگی بھی بعض دفعہ انسانی فطرت کا جزو بن جاتی ہے۔ لیکن فطرت کا جزو بننے اور دلچسپی کا موجب ہونے میں بہت بڑا فرق ہے۔ فطرت کا جزو بننے کے صرف یہ معنے ہیں کہ اس شخص کو "ہم آہنگی" کوئی غیر چیز نہیں معلوم ہوتی۔ وہ اسے ناپسند نہیں کرتا۔ وہ اس کا عادی ہو گیا ہے۔ بعض دفعہ اس ہم آہنگی کو بدلنے سے وہ صدمہ بھی محسوس کرتا ہے۔ مگر اسی طرح جس طرح بازو کا جوڑ الگ ہو جائے تو انسان تکلیف محسوس کرتا ہے۔ لیکن جب جوڑ اپنے مقام پر صحیح طور پر جڑا ہوا ہو تو کوئی خاص کیفیت محسوس نہیں کرتا۔ ایک انسان کی ساری عمر اگر اس طرح گزر جائے کہ اس کے بازو کا جوڑ صحیح طور پر جڑا رہے اور کبھی اس میں کوئی تکلیف نہ ہو تو شاید ایک دفعہ بھی اسے خیال نہ گزرے گا کہ اس کے بازو کا کوئی جوڑ بھی ہے۔ اور وہ اپنی جگہ پر صحیح طور پر جڑا ہوا ہے۔ اور اپنے مقررہ کام کو اچھی طرح ادا کر رہا ہے۔ کیونکہ ہم آہنگی سکون کو پیدا کرتی ہے لیکن فکر میں ہیجان پیدا نہیں کرتی پس زندگی درحقیقت تغیرات کا نام ہے۔ کوئی ترقی بغیر تغیر کے نہیں۔ منزل بہ منزل آگے کو بڑھنے یعنی مختلف نیک تغیرات کے سلسلے میں سے گزرنا ہی ترقی کی تعریف ہے خدا تعالیٰ ازلی ابدی صداقت ہے ذات کے لحاظ سے وہ غیر متبدل بھی کہلاتا ہے۔ لیکن صفات کے لحاظ سے وہ بھی غیر متناہی تغیرات اور تبدیلیوں کا حامل ہے اگر اس کی صفات کے ظہور میں تغیر اور تنوع نہ ہوتا تو وہ ایک منطقی خدا ہوتا۔ جیسا کہ ہندوؤں اور بدھوں کا تصور ہے۔ وہ ایک مثبت خدا نہ ہوتا۔ جیسا کہ کلام الٰہی کا نظریہ ہے۔ کلام الٰہی میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ خدا تعالیٰ ہر زمانہ میں ایک نئی اور اہم حالت میں ہوا ہے۔ پس بتاؤ تو سہی کہ تم خدا تعالیٰ کی کس نعمت کا انکار کرو گے۔ ان (۔) میں نہایت وضاحت سے صفات الٰہیہ کے مثبت پہلو کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ اور انسانی ترقی کی ایک جامع مانع تعریف کر دی گئی ہے۔ خدا تعالیٰ کی صفات کے ظہور کا زاویہ انسانوں کی طرف ہر وقت تبدیل ہوتا رہتا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ ظہور صفات سے ہم آہنگی قائم رکھنے کے لئے انسان کو زاویہ بدلنا پڑے گا۔ گھوڑے کو سدھانے والا ایک چکر میں کھڑا ہو جاتا ہے اور گھوڑے کی رسی پکڑ کر خود چاروں طرف گھومتا ہے۔ گھوڑے کو بھی اس کے سامنے گھومنا پڑتا ہے۔ مرکزی شے کے گھومنے کا دائرہ بہت چھوٹا بلکہ عین مرکز میں صفر کے برابر ہوتا ہے۔ مگر پہلوؤں پر کھڑے ہوئے گھوڑے کو رسی کے برابر لمبا فاصلہ طے کر کے چاروں طرف دوڑنا پڑتا ہے۔ اور اسی میں اس کے فن میں کمال پیدا کرنے کا راز مخفی ہے خدا تعالیٰ اپنا پہلو ہر وقت بدلتا ہے۔ انسان کو اس کے پہلو بدلنے کے ساتھ اپنا قدم بڑھانا پڑتا ہے۔ تا خدا تعالیٰ سے ہم آہنگی قائم رہے۔ یہ تغیر خدا تعالیٰ کے ساتھ انسانی تعلق میں تغیر پیدا نہ ہونے دینے کے لئے ضروری ہے۔ اور اس تغیر سے انسان انسانیت کے فن میں کمال پیدا کرتا ہے۔ جس طرح سدھانے والے کے گرد چکر میں دوڑ کر گھوڑا گھوڑے کی قابلیتوں میں کمال حاصل کرتا ہے۔ اور اسی کمال کے مختلف ٹکڑے ترقی کے نام سے موسوم ہوتے ہیں غرض (۔) صفات باری تعالیٰ میں ہر وقت ایک نئی تبدیلی پیدا ہوتی رہتی ہے۔ اور اس تبدیلی کے ساتھ انسان کو بھی اپنے اندر صفات باری کے موجودہ دور کے مطابق تبدیلی کرنی پڑتی ہے۔ اور اس سے ہی نوع انسان کا قدم ترقی کی طرف اٹھتا ہے۔

ایک اچھی بات

محبت بدوں معرفت کے ترقی پذیر نہیں ہو سکتی اور جس جس قدر معرفت اور بصیرت بڑھتی جاتی ہے اسی قدر محبت میں ترقی ہوتی جاتی ہے۔

ooo

ایک ایکٹر بادشاہ بنتا ہے تو لوگ اس سے نہیں ڈرتے۔ لیکن ایک پندرہ بیس گھماؤں کا چوہدری آتا ہے تو لوگ اس کی عزت کرتے ہیں کیونکہ اس میں اصلیت ہے۔ ایک ایکٹر بڑا چور بنتا ہے تو لوگ اس سے نہیں ڈرتے۔ کیونکہ اس کا چور ہونا ایک تماشہ ہوتا ہے۔ لیکن ایک شخص معمولی چوری کرنے والا ہوتا ہے جو دو آنے چرا لیتا ہے تو لوگ اس کے آنے پر ڈرنے لگ جاتے ہیں۔ کہ دیکھو چور آ گیا ہے۔ ہوشیار رہنا۔ لوگ تھیٹر میں جاتے ہیں اور وہاں ایک درزی دیکھتے ہیں۔ جس کے پاس بڑے بڑے لارڈ وغیرہ کپڑے لے کے جاتے ہیں۔ مگر دوسرے دن وہ اس کے پاس اپنا کپڑا نہیں لے جاتے۔ بلکہ اپنے معمولی درزی کے پاس جس کی سلائی چار آنے ہوتی ہے اپنا کپڑا سلانے کے لئے لے جاتے ہیں۔ کیونکہ وہ سچا درزی ہے۔ اور اول الذکر جھوٹا۔ اسی طرح ڈاکٹر کے بیٹے کے پاس لوگ نہیں جاتے حالانکہ بعض دفعہ وہ عرفاً ڈاکٹر کہلاتا ہے۔ کیونکہ حقیقت میں ڈاکٹر نہیں۔ اسی طرح لوگ معمولی عطار کے پاس جا کر علاج کروا لیتے ہیں مگر ناٹک کے ڈاکٹر کے پاس نہیں جاتے پس جب تم دنیاوی کاموں میں اتنی احتیاط کرتے ہو تو کیا تم سمجھتے ہو کہ خدا اپنے کاموں میں احتیاط نہیں کرتا؟ اگر تم 100 فی

باقی صفحہ 7 پر

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ڈاکٹر مرزا سلطان احمد

نینوہ (Ninveh)

مشہور ماہر آثار قدیمہ ہنری لیئرڈ (Henry Layard) اپنی سرگذشت کا آغاز اس طرح کرتے ہیں۔

"ہم آرام سے بے نیاز اور خطرات سے لاپرواہ تھے۔ اکیلے سفر کرتے تھے اور صرف ہمارے بازو ہماری حفاظت تھے۔ ہماری کاٹھیوں کے پیچھے تھیلے، کپڑوں کی الماری کا کام دیتے ہمیں اپنے گھوڑوں کا خیال خود رکھنا ہوتا۔ سوائے اس کے کہ کسی گاؤں یا عرب خیمے کی مہمان نوازی یہ بوجھ ہلکا کردے...... میں بہت مسرت کے ساتھ ان خوشکن دنوں کی طرف پلٹ کر دیکھتا ہوں، جب صبح سویرے ہم آزادی اور لاپرواہی کے ساتھ کسی چھوٹی سی جھونپڑی یا عرب خیمے کو الوداع کہتے اور جب سورج ڈھل رہا ہوتا تو کسی کھنڈر میں جو اب کسی عرب کا مسکن ہوتا یا کسی معروف نام کے تباہ شدہ گاؤں میں جا کر ڈیرے لگاتے۔"

(Ninveh and its Discoveries Vol I, ed II, Page 1-2)

ہنری لیئرڈ (Henry Layard) نے 1839ء اور 1840ء کے سالوں میں موصل (عراق) کے گردو نواح میں قدیم آشوری (Assyrian) تہذیب کے کھنڈرات پر کام کیا تھا۔

ان دو سالوں میں ان کی محنت بڑے تسلسل کے ساتھ رنگ لاتی رہی۔ اور اتنے وسیع پیمانے پر نئی دریافتیں ہوئیں کہ گویا کہ یہ تباہ شدہ بستیاں دوبارہ پلٹ آئی ہوں۔

شمالی میسوپوٹیمیا (Mesopotamia) میں آباد آشوری تہذیب، قدیم تاریخ میں اپنا ایک مقام رکھتی ہے۔ تیرہویں صدی قبل مسیح سے لے کر حضرت عیسیٰؑ سے سات سو سال قبل تک یہ مملکت اپنے علاقے کی ایک مضبوط طاقت کا درجہ رکھتی تھی۔ متواتر فتوحات سے اس کی سرحدیں پھیل کر مغرب میں بحیرہ روم (Mediterranean Sea) اور مصر تک جا پہنچی تھیں اور اس کے بادشاہ اسرائیل کی سلطنت سے خراج وصول کرتے تھے۔ جنوب مشرق میں ان کی فوجوں نے بابل کو فتح کیا تھا اور خلیج فارس کا ساحل ان کے قبضے میں تھا۔ ان کے شمال میں آرمینیا تھا اور جنوبی سرحد عرب کا صحراء بناتا تھا۔ دوسرے لفظوں میں معلوم تاریخ کے اعتبار سے یہ حکومت اپنے وقت کی مضبوط ترین حکومت تھی۔ اس کا نقشہ پرانے عہد نامے میں اس طرح کھینچا گیا ہے۔

"سب بڑی بڑی قومیں اس کے سایہ میں بستی تھیں۔ یوں وہ اپنی بزرگی میں اپنی ڈالیوں کی درازی کے سبب سے خوشنما تھا..... اور خدا کے باغ کا کوئی درخت خوبصورتی میں اس کی مانند نہ تھا۔

(حزقی ایل باب 31

اپنی وسیع تاریخ کے بیشتر حصے میں اس سلطنت کا دارالحکومت "نینوہ" (Ninveh) کا شہر تھا۔

ظاہر ہے کہ اتنی مضبوط حکومت کا صدر مقام اپنی وسعت اور ترقی کے اعتبار سے اپنی مثال آپ تھا۔

نینوہ ایک اور اعتبار سے بھی تاریخی اور مذہبی اہمیت رکھتا ہے اور وہ یہ کہ حضرت یونس علیہ السلام اس شہر کی طرف مبعوث کرکے بھیجے گئے تھے۔ حضرت یونسؑ سے عذاب کی پیشگوئی سن کر اس شہر نے توبہ کی اور خدا نے عذاب روک دیا۔ اس طرح یہ شہر توبہ کا پھل پانے کے لئے ضرب المثل بن گیا۔

بائیبل میں اس شہر کی وسعت یوں بیان کی گئی ہے کہ اس شہر کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک سفر کرنے میں تین دن لگ جاتے تھے۔

جیسا کہ "یوناہ" میں لکھا ہے

"نینوہ بہت بڑا شہر تھا اور اس کی مسافت تین دن کی راہ تھی۔ اور یوناہ شہر میں داخل ہوا اور ایک دن کی راہ چلا۔ اس نے منادی کی اور کہا چالیس روز کے بعد نینوہ برباد کیا جائے گا۔"

(یوناہ باب 3)

بائیبل میں نینوہ کی آبادی کا حال یوں درج ہے۔

"کیا مجھے لازم نہ تھا کہ میں اتنے بڑے شہر نینوہ کا خیال کروں جس میں ایک لاکھ بیس ہزار سے زیادہ ایسے ہیں جو اپنے بائیں اور داہنے ہاتھ میں امتیاز نہیں کر سکتے اور بے شمار مویشی ہیں"

(یوناہ باب 4)

یہاں پر ان لوگوں سے مراد جو اپنے دائیں اور بائیں ہاتھ میں فرق نہ کر سکیں سات آٹھ سال سے چھوٹے بچے ہی ہو سکتے ہیں۔ اس حساب سے حضرت یونسؑ کے زمانے میں اس شہر کی آبادی چھ لاکھ سے زائد بنتی ہے۔ واضح رہے کہ اس مقام پر وضاحت سے صرف نینوہ شہر کا ذکر ہے اور اس بیان میں آشور کے باقی شہر شامل نہیں ہیں۔ اور بائیبل کے مطابق حضرت یونسؑ کی بعثت بھی نینوہ تک ہی محدود تھی۔ یہ نظر میں رکھتے ہوئے کہ ڈھائی تین ہزار قبل کی بات ہو رہی ہے، یہ آبادی اور رقبہ زیادہ بلکہ بہت زیادہ معلوم ہوتا ہے۔

کلام الٰہی میں بھی اس شہر کی آبادی بیان کی گئی ہے۔ حضرت یونسؑ کو ایک لاکھ سے کچھ زیادہ آدمیوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا تھا۔ جہاں تک قدیم مورخین کا تعلق ہے تو نینوہ کے متعلق لکھی ہوئی تاریخ کا بیشتر حصہ یا تو ضائع ہو چکا ہے یا اتنا مبالغہ آمیز کہ حقیقت اور افسانے میں فرق کرنا مشکل ہو جائے۔

البتہ جب لیئرڈ نے ان کھنڈرات پر کام شروع کیا تو یہ امید پیدا ہوئی کہ اب اس بھولی بسری تہذیب کے متعلق بہت سی نئی معلومات سامنے آئیں گی اور آشوری تاریخ کو نئے سرے سے سمجھنے کا موقع ملے گا۔

مقامی لوگوں میں مشہور سینہ بسینہ روایات کے مطابق نینوہ کا شہر موصل (عراق) کے بالکل قریب واقع تھا۔ اس مقام پر موجود دو بڑے بڑے ٹیلوں کے متعلق کہا جاتا تھا کہ ان کے نیچے نینوہ کے کھنڈرات موجود ہیں۔ ان میں سے ایک نبی یونسؑ کا ٹیلہ اور دوسرا کوینجک (Kouyunjik) کہلاتا تھا۔ "نمرود" نامی جگہ پر کھدائی کا کام ختم کرنے کے بعد لیئرڈ نے کوینجک (Kouyunjik) کے مقام پر کام شروع کرنے کا فیصلہ کیا۔

کئی دن کھدائی کا کام چلتا رہا اور پھر ایک دن علی الصبح پہلی کامیابی کی خوشخبری آ گئی۔ جب لیئرڈ اس جگہ پر پہنچے تو پہلی چیز یہ سامنے آئی کہ اس عمارت کو نذر آتش کیا گیا تھا۔ کیونکہ دیواروں پر جلنے کے نشانات واضح تھے۔ اس عمارت کی طرز تعمیر بھی آشور کے ملنے والے باقی کھنڈرات کی طرح تھی۔ پہلے کچی اینٹوں کی دیواریں اٹھائی گئی تھیں اور پھر ان کے اوپر پتھر کی سلیں نصب کی ہوئی تھیں۔ ان سلوں کے اوپر نہایت مہارت سے مختلف تاریخی مناظر کو کندہ کیا گیا تھا اور بعض مقامات پر قدیم رسم الخط (Cuneifor Writing) میں بھی کچھ لکھا ہوا تھا۔ اب اس دیوار کے ساتھ چل کر مٹی ہٹانے کا کام شروع ہوا اور کچھ دیر بعد اس مستطیل کمرے کے صدر دروازے کے آثار ملے۔ اس دروازے کے دونوں طرف ایسے بیل کے مجسمے دریافت ہوئے جس کا سر انسان کا تھا اور دھڑ پر دو بڑے بڑے پر لگے ہوئے تھے۔

آئندہ چند ماہ میں ہونے والی کھدائی سے نو بڑے بڑے کمرے دریافت ہوئے۔ دیواروں پر کندہ تصاویر اس دور کے انسان کو الٹے پاؤں قریباً تین ہزار سال قبل کے زمانے میں لے کر جا رہی تھیں۔ ان میں سے اکثر میں ایک ہی موضوع کی تکرار تھی اور وہ موضوع تھا "جنگ"' آشور کی فتح اور آخر میں لوٹ مار اور قتل و غارت۔ ایک تصویر میں فوجوں کو ایک پہاڑی علاقے پر حملہ کرتے ہوئے دکھایا گیا تھا۔

کچھ ماہ بعد برٹش میوزیم کی طرف سے فراہم کی گئی مالی مدد ختم ہوئی اور لیئرڈ کا کام اپنے اختتام کو پہنچا۔ کھنڈرات سے دریافت ہونے والے بہت مجسمے اور تصاویر بصرہ پہنچا دی گئیں تاکہ انہیں وہاں سے برطانیہ بھجوا دیا جائے۔ یہ علاقہ اس وقت ترک حکومت کے ماتحت تھا۔ حکومت نے ان دریافتوں کے لے جانے پر کوئی اعتراض نہیں کیا۔ مقامی گورنر کو البتہ صرف اس چیز سے دلچسپی تھی کہ یہاں سے سونے کی کوئی چیز ملی ہے کہ نہیں۔ یہ لیئرڈ کی خوش قسمتی تھی کہ ایسی کوئی چیز دریافت نہیں ہوئی۔ جہاں تک آشور کی تہذیب کو سمجھنے کا تعلق ہے یہ ابتدائی دریافتیں ایک لمبے سفر کا پہلا قدم تھیں۔ اس کے بعد "نمرود" خورس اور کوینجک کے مقام پر بہت سے اہم آثار سامنے آئے۔ لیکن جو جگہ حضرت یونسؑ کے نام سے منسوب ہو کر "نبی یونسؑ" کا ٹیلہ کہلاتی ہے، اس پر آبادی اور پرانی عمارات موجود ہونے کی وجہ سے اس طرز پر وسیع پیمانے کی کھدائی نہیں ہو سکی۔

ان میں سے سب سے زیادہ منفرد دریافت ایک وسیع لائیبریری کی تھی۔ اس میں موجود تحریروں کو مٹی کی چھوٹی بڑی تختیوں پر لکھا گیا تھا۔ لکھنے کے لئے قدیم رسم الخط (Cuneifor Writins) استعمال ہوا تھا۔ اس کا بیشتر حصہ ساتویں صدی قبل مسیح میں ایک بادشاہ آشر بنی پال (Ashurbanipal) کے عہد میں لکھا گیا۔ جنرل رالنسن (Rawlinson) کی زندگی کا بڑا حصہ اسی قدیم طرز تحریر کو سمجھنے اور اس کی گتھیاں سلجھانے میں صرف ہوا تھا۔ ان کی شب و روز کی محنت نے محققین کو اس قابل کیا کہ اس لائیبریری کو پڑھ کر سمجھنے کی کوشش کریں۔ دریافت ہونے والی تقریباً بائیس ہزار تختیاں مختلف موضوعات پر تھیں۔

مختصراً یہ کہ اس لائیبریری نے آشور اور نینوہ کے متعلق علم میں بے بہا اضافہ کیا۔ اور اس کو سمجھنے کا عمل اتنا عرصہ گذر جانے کے بعد بھی ختم نہیں ہوا بلکہ ابھی تک جاری ہے۔ لیکن اب ماہرین اتنے حقائق ضرور معلوم کر چکے ہیں کہ دنیا کو اس دور کے واضح خدوخال دکھا سکیں۔

آشور کی صدیوں پر پھیلی ہوئی تاریخ تلوار کے بے دریغ استعمال سے بنائی گئی تھی۔ اس سلطنت کی وسعت ہو یا معاشی خوشحالی، ان سب کی بنیادیں فوج کشی اور لوٹ مار میں تھیں۔ اسی وجہ سے پتھر کی سلوں پر منظر کشی کرنے والوں نے سب سے زیادہ جنگی مناظر کے موضوع کا ہی انتخاب کیا تھا۔ آشور کے سپاہی دوران جنگ تلواریں، خنجر، تیر کمان اور نیزے استعمال کرتے۔ بعض جگہوں پر گوپھن کا استعمال بھی دکھایا گیا ہے۔ ان کے ہتھیاروں پر حیرت انگیز محنت اور مہارت سے نقش و نگار بنانے کا رواج تھا۔

کچھ تصاویر میں مغلوب ہوتے ہوئے شہر کی عورتوں کو قلعے کی فصیل پر چڑھ کر رحم کے لئے گڑگڑاتے دکھایا گیا ہے۔ لیکن لگتا نہیں کہ ان التجاؤں کا کوئی نتیجہ برآمد ہوتا تھا کیونکہ بہت سے مقامات پر آشور کے فوجی دشمن کے سپاہیوں کو اذیت دیتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ بعض تصاویر میں گڑگڑاتے ہوئے قیدیوں کے جسم پر نیزے چبھوئے جا رہے ہیں تو ایک اور جگہ پر دو آشوری ایک قیدی کے جسم کو رسہ کشی کے انداز میں کھینچ رہے ہیں یا پھر لوہے کی درانتی سے ان کی پٹائی ہو رہی ہے۔ آشور کی فوجی قوت، بے رحمی اور اذیت پسندی نے بہت سے ہمسایوں کو نشانہ بنایا تھا اور جو بچ گئے تھے وہ بھی ہر وقت خائف رہتے تھے۔ بالعموم حضرت یونسؑ کی بعثت نویں صدی قبل مسیح میں سمجھی جاتی ہے اور تاریخی طور پر اسی دور میں یہ علاقہ آشور کے ظلم و ستم سے سب سے زیادہ محفوظ رہا تھا۔ اس کی وجہ کیا تھی یہ تاریخ میں محفوظ نہیں۔

مذہباً آشور کے لوگ ہر قسم کے شرک میں مبتلا تھے۔ اگرچہ وہ اپنے دیوتا آشر کو سب سے برتر سمجھتے تھے لیکن ان کے مذہبی عقائد بڑی حد تک بابل کے زیر اثر تھے۔ ان کے عقائد کے مطابق آشر آسمانوں کا اور بعل زمین کا دیوتا تھا۔ ایا پانیوں کی دیوی تھی۔ سن (چاند) شمس (سورج) کو پوجنے کے علاوہ رامن کو طوفانوں کا مالک سمجھا جاتا تھا۔ مختصراً یہ کہ ان کے مطابق کائنات کی ہر

Digitized by Khilafat Library Rabwah

چیز کی نیم خود مختار روح تھی اور اسی نسبت سے ان کے دیوتاؤں اور دیویوں کی فہرست بہت طویل تھی۔ جہاں تک نینوہ کا تعلق ہے اس میں خاص طور پر اشتر (Ishtar) کی پوجا کی جاتی تھی اور بسا اوقات اسے نینوہ کی اشتر کہا جاتا تھا۔ نینوہ کی لائبریری میں بارہ تختیوں پر ایک بہت بڑے عالمی طوفان کی کہانی درج ہے۔ جس کے آخر پر اشتر۔ ھل کے پاس جا کر انسانوں کے تباہ ہونے پر شکایت کرتی ہے۔ اس جیسے توہماتی عقائد ان تحریروں میں جگہ جگہ پائے جاتے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ نینوہ کے لوگ توحید کی نعمت پانے کے بعد زیادہ دیر تک اس پر قائم نہیں رہ سکے تھے۔

نینوہ کے ارد گرد کچی اینٹوں کی بہت بلند اور بہت چوڑی فصیل کھڑی کی گئی تھی۔ ممکن ہے کہ اس کی باہر کی سطح پر پکی اینٹیں نصب کی گئی ہوں اس فصیل پر کچھ فاصلے پر بہت سے گیٹ نصب کئے گئے تھے۔ معلوم ہوتا ہے کہ شہر کا بڑا حصہ فصیل کے اندر واقع تھا کیونکہ جب دشمن کی فوجوں نے نینوہ کو طویل عرصہ تک محاصرے میں رکھا تو شہر ان سے محفوظ رہا تھا۔

جب لیئرڈ نے اپنا ابتدائی کام ختم کیا تو ان کے سامنے نینوہ کی وسعت کے بارے میں بائیبل کا ایک حوالہ تھا۔ اور وہ یہ کہ نینوہ اتنا بڑا شہر تھا کہ اس کی چوڑائی ہی تین دن کی مسافت بنتی تھی خود ان کے مطابق یہ فاصلہ قریباً 60 میل کا بنتا ہے۔ لیکن مشکل یہ تھی کہ جو کھنڈرات دریافت ہوئے تھے ان کا محیط (Circumference) بھی بمشکل آٹھ میل کا بنتا تھا۔ بائیبل اور اپنی تحقیق میں مطابقت پیدا کرنے کے لئے لیئرڈ نے بہت کوشش کی ہے۔ اور حل یہ تجویز کیا کہ خورس آباد، نمرود اور کوینجک میں دریافت ہونے والے تمام کھنڈرات دراصل نینوہ کا حصہ تھے۔ اور اس طرح ان کا درمیانی فاصلہ ملا کر یہ محیط (Circumference) 60 میل کا بن جاتا ہے۔ یا دوسری صورت یہ ہو سکتی ہے کہ بائیبل میں پورے ملک کو نینوہ کہا گیا ہو۔

(Ninveh and its Disco veries Vol II ed II, pag 243-247)

لیئرڈ اپنی تحقیق کے لئے بہت شہرت رکھتے ہیں اور ان کی اہمیت ان کی شہرت سے کم نہیں ہے۔ لیکن ان کا یہ نظریہ بعد کی تحقیق سے غلط ثابت ہو گیا۔ کیونکہ "نمرود" کے کھنڈرات نینوہ کا حصہ نہیں تھے بلکہ ایک اور شہر کے ہیں جس کا نام کلح (Calah) تھا۔ اسی طرح خورس آباد کے کھنڈرات بھی نینوہ کا حصہ ثابت ہوئے۔ دوسرا نظریہ بھی اس لئے غلط تھا کہ بائیبل میں اس ملک کا ذکر بہت سے مقامات پر ہے اور کبھی بھی پورے ملک کو نینوہ کا نام نہیں دیا گیا بلکہ آشور (Assyria) کہا گیا ہے اور شروع ہی سے ان سب شہروں کو الگ الگ شہروں کے طور پر پیش کیا گیا ہے جیسا کہ پیدائش کے باب 10 میں نمرود بادشاہ کے متعلق درج ہے۔

"اس کی بادشاہی کی ابتداء ملک سنعار میں بابل اور ارک اور اکاد اور کلنہ سے ہوئی۔ اسی ملک سے نکل کر وہ اسور (آشور) میں آیا اور نینوہ اور رحوبوت عیر اور کلح کو اور نینوہ اور کلح کے درمیان سن جو بڑا شہر بنایا۔"

وقت کے ساتھ ساتھ جب تحقیق مکمل تو یہ صورت حال سامنے آئی کہ اس شہر کی سب سے بڑی دیوار مشرقی دیوار تھی جو تین میل کی تھی اور اس کے چھ گیٹ تھے۔ جنوبی دیوار ایک میل سے بھی کچھ کم کی تھی جس کا ایک گیٹ تھا۔ مغربی دیوار کی لمبائی ڈھائی میل کی تھی اور اس کے پانچ گیٹ تھے اور شمالی دیوار بھی صرف ایک میل کی تھی اور اس کے تین گیٹ تھے۔ اس شہر کی دیواروں کی کل لمبائی آٹھ میل سے بھی کچھ کم بنتی ہے اور زیادہ سے زیادہ چوڑائی تو قریباً چار میل کی ہے۔ اب یہ چار میل کی چوڑائی تو محض دو تین گھنٹے کی مسافت ہے نہ کہ تین دن کی۔ یہ ممکن ہے کہ اس شہر کے ارد گرد بڑی مضافاتی آبادی ہو لیکن اس کی وسعت بھی ساٹھ میل کی نہیں ہو سکتی کیونکہ اس سے پہلے تو دوسرے شہر شروع ہو جاتے تھے۔ اور ویسے بھی آج سے اڑھائی ہزار سال قبل اتنے وسیع شہر کا تصور میں بھی آنا محال ہے۔

جہاں تک آبادی کا تعلق ہے تو پرانے عہد نامے میں لکھا ہے

"کیا مجھے لازم نہ تھا کہ میں اتنے بڑے شہر نینوہ کا خیال کروں۔ جس میں ایک لاکھ بیس ہزار سے زیادہ ایسے ہیں جو اپنے داہنے اور بائیں ہاتھ میں تمیز نہیں کر سکتے اور بے شمار مویشی ہیں"

(یوناہ باب 6)

جب لیئرڈ نے اس بیان کا حوالہ دیا تو اس کے مطابق اگر آبادی کے اس حصے سے مراد جو اپنے دائیں اور بائیں میں فرق نہ کر سکیں بچے لئے جائیں تو نینوہ کی آبادی چھ لاکھ بنتی ہے۔ گو اس موقع پر ان محققین نے کلام الٰہی کا حوالہ نہیں دیا لیکن جس کے مطابق حضرت یونسؑ کو ایک لاکھ سے کچھ زیادہ آدمیوں کی طرف مبعوث کیا گیا تھا۔ لیئرڈ نے تو آبادی کے مسئلے کو نہیں چھیڑا لیکن اس کے بعد ایک اور محقق فیلکس جونز (Felix Jones) نے مختلف شواہد جمع کر کے اندازہ لگایا کہ نینوہ کی آبادی چھ لاکھ نہیں بلکہ ایک لاکھ چوہتر ہزار (174000) تھی۔ اس کے بہت بعد جب تحقیق اور آگے بڑھی تو ایک نظریہ میلوون (Mallowan) نے پیش کیا۔ اس نے مختلف طریقوں سے یہ ثابت کیا کہ نینوہ کی آبادی کلح (Calah) سے دوگنی تھی۔ اور نمرود کے مقام پر ایک تحریر ملی جس کے مطابق حضرت یونسؑ کے قریب کے زمانے کے بادشاہ آشر ناصر پال (Ashurnasirpal) نے پورے کلح کو کھانا کھلایا تھا اور اس تحریر کے مطابق 69574 اشخاص کو کھانا کھلایا گیا تھا۔ میلوون کا اندازہ تھا اس میں چار پانچ ہزار ایسے لوگ ہوں گے جو کلح سے باہر کے تھے اور اس حساب سے کلح کی آبادی 65000 اور نینوہ کی آبادی 130000 کے قریب بنتی ہے۔ بہرحال بائیبل نے جو آبادی بیان کی ہے وہ یا تو غلط ہے یا پھر عبارت اتنی مبہم ہے کہ غلط نتیجہ نکلنے کا امکان زیادہ ہے۔ اور اعداد و شمار کے اس دلچسپ کھیل کے بعد ماہرین اسی نتیجے پر پہنچے ہیں جو کلام الٰہی میں بیان کیا گیا تھا۔

باقی صفحہ 7 پر

یادرفتگان

انور ندیم علوی

مکرم صوفی غلام رسول صاحب

والدین نے نام رسول بخش رکھا۔ مگر طبیعت میں بے حد سادگی اور سعادت مندی تھی مذہبی لگاؤ کی وجہ سے نام کے ساتھ صوفی کا لفظ مستقل حصہ بن گیا۔ بعد میں نام بدل کر غلام رسول رکھ لیا۔ اس طرح رسول بخش صوفی غلام رسول بن گئے۔ جٹ سرا برادری سے تعلق تھا۔ آبائی وطن دوست پور ضلع گورداسپور تھا تھوڑا سا زرعی رقبہ تھا اور وہ بھی دریا برد ہو گیا۔ اس لئے چک نمبر 6/11-L تحصیل چیچہ وطنی ضلع ساہیوال میں آگئے۔ دریا برد رقبے کے عوض تھوڑا سا زرعی رقبہ گاؤں میں ملا۔ جسے محنت کر کے خود اس حالت میں کیا کہ کچھ زرعی پیداوار مل سکے۔

چک نمبر 6/11-L میں چوہدری نور الدین ذیلدار احمدی زمیندار تھے۔ علاقہ میں ان کا بڑا اثر و رسوخ تھا۔ اس وقت یہاں مکرم سید کلیم احمد شاہ صاحب اور مکرم مبارک شاہ صاحب کے والد کیپٹن ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب بھی رہائش پذیر تھے۔ محترم ڈاکٹر صاحب پر جوش داعی الی اللہ تھے۔ (اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند کرے) محترم صوفی غلام رسول صاحب کی طبیعت میں نیکی اور سعادت مندی تھی۔ محترم ڈاکٹر صاحب سے آپ کی گفتگو ہوتی رہتی۔ بعض اوقات کام کی زیادتی کی وجہ سے اس طرح بھی ہوتا کہ مکرم صوفی صاحب اپنے کھیتوں میں ہل چلا رہے ہیں اور ڈاکٹر صاحب حضرت بانی سلسلہ کے ملفوظات پڑھ کر سناتے جاتے ہیں اور ساتھ ساتھ چکر بھی لگا رہے ہیں۔ دعوت الی اللہ کا عجیب جذبہ تھا۔ محترم ڈاکٹر صاحب کی دعا، محنت اور لگن کے نتیجہ میں مکرم صوفی غلام رسول صاحب کو احمدیت قبول کرنے کی توفیق مل گئی۔

محترم صوفی غلام رسول صاحب نے دو شادیاں کیں نرینہ اولاد پہلے نہ تھی۔ آپ کے 9 بچے (چار لڑکے اور پانچ لڑکیاں) چھوٹی عمر میں ہی فوت ہو گئے مگر بڑے صبر اور استقامت سے دعاؤں کا سلسلہ جاری رکھا محترم صوفی صاحب کے لئے یہ دور بڑا مشکل اور صبر آزما تھا۔ زرعی زمین بڑی محدود تھی اور وہ بھی پوری طرح قابل کاشت نہ تھی۔ احمدی ہونے کی وجہ سے بھی دوسرے رشتہ داروں کی طرف سے کچھ مشکلات پیدا ہوئیں۔ اولاد چھوٹی عمر میں فوت ہو جاتی ان حالات میں مکرم صوفی صاحب نے حالات کا مقابلہ صبر و استقامت اور شبینہ دعاؤں سے کیا اور

نہاں ہم ہو گئے یارِ نہاں میں

کی مکمل تصویر بن گئے۔ اور پھر صوفی صاحب کو خدا تعالیٰ نے بیٹا عطا کیا۔ بیٹے کا نام محمد انور رکھا۔ جو اس وقت اڈا چک نمبر 6/11-L میں بحیثیت ڈاکٹر طبی پریکٹس کر رہے ہیں۔ مکرم صوفی صاحب کو اللہ تعالیٰ نے تین بیٹیاں بھی عطا کیں جو بفضل خدا بقید حیات ہیں۔ مکرم صوفی صاحب کے بیٹے ڈاکٹر محمد انور صاحب بھی اپنے درویش صفت والد کی طرح بہت سادہ طبیعت رکھتے ہیں اور جماعتی کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں۔ آپ کافی عرصہ سے نائب قائد مجلس خدام الاحمدیہ چک نمبر 6/11-L کے طور پر خدمت سر انجام دے رہے ہیں۔

محترم صوفی صاحب نے اندازاً 1935ء میں بیعت کی۔ خوب سوچ سمجھ کر احمدی ہوئے۔ پرائمری پاس تھے اور پھر دعوت الی اللہ کے لئے بالکل مربیان کرام کی طرح سرگرم ہو گئے آپ کی کوشش اور دعاؤں سے قریباً 50 احباب کو احمدیت میں داخل ہونے کی سعادت ملی مکرم صوفی صاحب بڑے سچے، صاف اور تصنع سے پاک طبیعت رکھنے والے انسان تھے۔ اپنی دیانتداری اور صاف گوئی کی وجہ سے احمدی اور غیر از جماعت دوستوں میں یکساں مقبول تھے۔ گاؤں میں زمین کی تقسیم کا معاملہ ہو یا کوئی اور تنازعہ آپ اکثر اس میں ثالث ہوتے جو کہ آپ کی غیر جانبداری اور دیانتداری کی دلیل ہے۔

مکرم صوفی غلام رسول صاحب بڑے دعا گو بزرگ تھے۔ بڑی باقاعدگی سے آخر شب کی عبادت ادا کرتے فجر کی عبادت کے بعد بچوں اور بڑوں کو کلام الٰہی پڑھاتے۔ جماعت احمدیہ چک نمبر 6/11-L کا شمار بڑی جماعتوں میں ہوتا ہے اور یہاں بڑے بڑے صاحب علم دوست بھی موجود ہیں مگر محترم مربیان کرام کی عدم موجودگی میں عبادت کے امام بنائے جاتے۔ اکثر مربیان کرام خود آپ سے عبادت کی امامت کے لئے کہتے اور خود بھی مکرم صوفی صاحب کے پیچھے عبادت ادا کرتے۔ تقریباً چھ سال جماعت کے پریذیڈنٹ بھی رہے۔ عبادت کے بعد بیت الحمد سے ان دوستوں کے گھر جاتے جو دینی امور میں ست ہوتے۔ آپ کا سمجھانے کا انداز پیار اور دلنشیں ہوتا اور تیز سے تیز طبیعت پر بھی گراں نہ گزرتا۔ ہاتھ سے کام کرنے کو عار نہ سمجھتے۔ پیرانہ سالی میں بھی اپنے کھیتوں میں کام خود کرتے۔ جمعہ کی عبادت کے لئے خاص اہتمام سے بیت الحمد میں پہنچتے۔ جمعہ کے روز آپ کا کھیتوں میں پانی لگانے کا دن تھا مگر دنیاوی کاموں کو کبھی حارج نہ ہونے دیا۔

محترم چوہدری نور الدین ذیلدار صاحب کی بیوہ محترمہ نے زیارت (ـــ) کے لئے محترم صوفی صاحب کو اپنا "بدل" بنا کر بھیجا (چونکہ وہ خود پیرانہ سالی کی وجہ سے سفر کے قابل نہ تھیں) محترم صوفی صاحب کو روانہ کرنے کے لئے محترم کلیم احمد شاہ صاحب تحصیلدار (ر) کراچی تک آپ کے ساتھ گئے۔ روانگی کے وقت محترم شاہ صاحب نے بڑی عاجزی سے محترم صوفی صاحب سے دعا کی درخواست کی۔ بحری جہاز کے دوسرے دوست بہت متاثر ہوئے کہ ایک سید خاندان کا فرد ایک جاٹ قوم کے فرد سے دعا کی درخواست کر رہا ہے۔ حضرت بانی سلسلہ کی روحانی تاثیر کا یہ منظر کہ "چھوٹے بڑے کئے جائیں گے" غیروں کی سمجھ میں ذرا مشکل سے ہی

باقی صفحہ 7 پر

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ملک رفیق احمد مربی سلسلہ

سنی سنائی باتوں کی تحقیق کی ضرورت

مکرم ملک رفیق احمد صاحب مربی سلسلہ ربوہ سے لکھتے ہیں۔

محترم ایڈیٹر صاحب روزنامہ الفضل ربوہ

اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے فضل سے صحت و عافیت سے رکھے۔ الفضل میں آپ کا کالم "سیلیات" پڑھا۔ کافی عرصہ ہوا میرے ایک دوست بھی اخبار الفضل کو سیلی نامہ کہا کرتے تھے۔ بہرحال اس کالم کے پہلے مضمون میں جو حقائق آپ نے ہمارے سامنے رکھے ہیں ان کو پڑھ کر بہت ہی مزہ آیا۔ دفتر میں جا کر آپ کی مصروفیات کی وجہ سے لمبی لمبی باتیں آپ سے سننے کی توقع کرنا مشکل ہوتا ہے لیکن جس طرح آپ نے صاف طور پر جن وجوہات اور اسباب کو بیان کیا ہے ان کو پڑھ کر بہت سی ایسی باتیں ہمارے سامنے آگئی ہیں کہ سیلی نامہ کہنے والوں کے لئے بھی اطمینان بخش اور مسکت وضاحت ہے۔ آپ نے بہترین رنگ میں مضمون نگار حضرات کی بھی راہنمائی کی ہے۔ مضمون لکھنے کی صلاحیت بھی اللہ تعالیٰ کا فضل ہے اور اس میدان میں آپ کو نمایاں رنگ میں یہ صلاحیت دی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو صحت دے اور کام کرنے والی لمبی عمر دے۔

ایک مضمون "سنی سنائی باتوں کی تحقیق کی ضرورت" ارسال ہے۔ امید ہے الفضل کے معیار کے مطابق ہو گا اور قارئین کے لئے ازدیاد علم کا باعث بنے گا۔

چند سال قبل جب ہنگامی طور پر منگلا ڈیم سے پانی چھوڑا گیا اور جہلم شہر میں قیامت بن کر ٹوٹا۔ اس وقت لوگوں کی حالت نہایت ہی خراب ہو چکی تھی بعض محلوں میں دس فٹ سے زائد بھی پانی آیا۔ ابھی وہ سنبھلنے بھی نہ پائے تھے کہ چند دن بعد کسی نے یہ افواہ پھیلا دی کہ منگلا ڈیم سے پھر پانی چھوڑ دیا گیا ہے۔ اس خبر کا پھیلنا تھا کہ لوگ گھبراہٹ میں اپنے مکانوں اور ساز و سامان کو اسی حالت میں چھوڑ کر اپنے بچوں کی حفاظت کے لئے گھبراہٹ اور افراتفری میں ہجوم در ہجوم نظر آنے لگے۔ عجیب قیامت کا سماں تھا۔ نہ کسی کو گھر کی فکر، نہ دوکان کی پروا، ہر ایک اپنی جان کی فکر میں دوڑا چلا جا رہا تھا۔ کالا گجراں جانے والی سڑک پر بھی اتنا رش تھا جو کبھی دیکھنے میں نہ آیا۔ لیکن کسی کو کوئی پکی اطلاع یا خبر نہ تھی۔ سب ہی ایک دوسرے سے روایتاً بیان کر رہے تھے لیکن سانپ کا کاٹا رسی سے بھی ڈرتا ہے۔ کسی نے اس کی تحقیق کی بھی ضرورت نہ سمجھی اور افواہ پھیلانے والوں نے جن کا مقصد یہ نظر آتا تھا کہ چوریاں کریں جب انہوں نے بھی قیامت کا سماں دیکھا تو وہ بھی اپنی جانیں بچانے کے لئے بھاگے کہ کہیں یہ خبر سچ ہی نہ ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ بعض عناصر جان بوجھ کر نہ بے وقوفی کی وجہ سے یا کسی کو نقصان پہنچانے کی خاطر یا کوئی فائدہ حاصل کرنے کی لئے یا کسی کو بدنام کرنے کے لئے جھوٹی اور من گھڑت باتیں پھیلا دیتے ہیں اور اس کے لئے میڈیا کو استعمال کرتے ہیں بعض اوقات ٹیلی فونوں کی بھرمار کرکے دوسرے کے لئے سراسیمگی اور قیامت پیدا کر دی جاتی ہے اور بعض اوقات عوام میں مایوسی اور بے چینی پیدا کرنے کے لئے یہ حیلہ استعمال کیا جاتا ہے۔ اس لئے یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم ہر خبر کو فوری طور پر سچ تسلیم نہ کریں۔ افواہیں اور پروپیگنڈا بعض اوقات اتنا طاقتور نظر آتا ہے کہ گویا کہ سچ ہی ہے حالانکہ اس میں ذرا بھی حقیقت نہیں ہوتی لیکن جلد یا بدیر یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ سب جھوٹ کا پلندا تھا۔

افواہوں کے پھیلنے کے نتیجہ میں یا جھوٹ پھیلانے کی وجہ سے فرد یا افراد کو نقصان بھی پہنچ سکتا ہے۔ ہو سکتا ہے بدنام کرنے کی خاطر کوئی سوچے سمجھے منصوبے کے مطابق کوئی ایسی سکیم بنا دے جس سے اس جھوٹ کو حقیقت بنا کر ثبوت مہیا کر دیئے گئے ہوں اس صورت میں وقتی طور پر وہ فائدہ یا فائدے بھی اٹھا سکتا ہے لیکن جس کو یا جن کو بدنام کیا گیا اس کی عزت یا ان کی عزت اور وقار کو دوبارہ قائم کرنا بہت ہی مشکل مرحلہ بن جاتا ہے۔ وہ کسی کو ملزم یا مجرم بنانے کے لئے اپنے ذمہ کوئی ایسی غلطی یا غلطیاں منسوب کر لیتا ہے جس میں اس کی بھی بدنامی ہے لیکن چونکہ اس سے دوسرے کو کوئی گزند پہنچانا مطلوب ہوتا ہے اس لئے اس قسم کی بات کر دی جاتی ہے۔

تنزانیہ میں عجیب قسم کا دستور دیکھا کہ اگر کسی کو چور Mwizi بھرے بازار میں یا محلہ میں یا پبلک کے سامنے زور سے کہہ دیا جائے تو دوسرا قطعاً اس بات کی تصدیق کی ضرورت محسوس نہیں کرے گا کہ یہ بات درست بھی ہے یا نہیں بلکہ ہر سننے والا اس کو مارنے کے لئے دوڑ پڑے گا اور جو چیز بھی اس کے ہاتھ میں آئے اس سے اس کی پٹائی شروع کر دے گا۔ کوئی پتھر مار رہا ہو گا کوئی اینٹ کوئی سوٹی سے اس کو مارنے کی کوشش کرے گا کوئی جوتیاں مارے گا۔ اس صورت میں ایسا شخص پولیس سٹیشن پہنچنے کی کوشش کرتا ہے تا وہ عوام کے شر سے بچے لیکن اگر وہ پولیس سٹیشن نہ پہنچ سکے یا پولیس اس کی مدد کو نہ پہنچے تو لوگ اس کو قتل کر ڈالتے ہیں۔ لیکن اگر پولیس بھی اس کو پناہ نہ دے یا شور مچانے والوں کی وجہ سے مرعوب ہو جائے یا یہ سوچے کہ یہ بدنام تو ہو چکا ہے اگر مرتا ہے تو مرنے دو تو وہ قتل ہو جاتا ہے۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جن کے ذمہ انصاف کرنا ہے وہ عوام کے جوش اور جھوٹے پروپگنڈا کو ہی اس شخص کے خلاف پختہ گواہی یقین کرکے اس کو ہر قسم کی سزا دینے کے لئے تیار ہو جائیں تو الزام لگانے والوں اور اعانت کرنے والوں کے ہاتھوں کو مضبوط کرکے آئندہ جرم کا دروازہ کھول دیا جائے گا اور وہ جس کو بدنام کرنے کے لئے یا ختم کرنے کے لئے ڈرامہ کھیلا گیا اگر اس کی داد رسی نہ ہو بلکہ بدنام ہی رہے تو اس کی زندگی تلخ ہو جاتی ہے۔ ایک شہر سونگیا میں مربی ہاؤس کی تعمیر کی ابتداء کروائی جا رہی تھی جھاڑیاں وغیرہ کاٹی جا رہی تھیں۔ وقار عمل کے بعد مکان کے لئے بنیادیں کھودیں کہ اچانک شہر کی طرف سے چور چور کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔ اس قسم کی آوازیں سننا میرے لئے اس علاقہ میں نیا واقعہ تھا۔ چند لمحوں بعد دیکھا کہ شہر کی طرف سے ایک آدمی بھاگا آ رہا ہے اور سارا شہر ہی اس کو مارنے کی کوشش کر رہا ہے۔ آخر وہ اس پلاٹ میں پہنچ گیا جس میں ہم بنیادیں کھود رہے تھے اور تھک کر اور زخموں کی تاب نہ لا کر ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ مر جائے گا کہ سارا ہجوم وہاں پہنچ گیا اور اس پر اینٹیں پتھر جوتیاں ڈنڈے برسانے شروع کئے۔ جب مر گیا تو اس کو چار آدمیوں نے ٹانگوں اور ہاتھوں سے پکڑ کر سڑک پر رگیدنا شروع کیا۔ یہاں تک کہ پولیس آئی انہوں نے مرنے کے بعد اس کی لاش کو اپنے قبضے میں لے لی۔ تحقیق کرنے پر معلوم ہوا کہ وہ شخص چور نہیں تھا محض ذاتی دشمنی کی وجہ سے چور کا لفظ کہہ کر اس کو بدنام کرکے اس انجام تک پہنچایا گیا۔

اکثر دیکھنے میں آیا ہے کہ اس قسم کے غلط رواجوں سے فائدہ اٹھا کر بعض ہوشیار اور چالاک اور مکار اپنے فائدے کی خاطر دوسرے کو بدنام کرنے اور قتل کرنے سے نہیں ٹلتے اور جب غلط پروپیگنڈا اور باتوں کی وجہ سے کوئی بدنام کر دیا جائے یا قتل ہو جائے تو زندہ رہنے والے کو وہ کچھ نصیب نہیں ہو سکتا کیونکہ خراب کرنے والا یا اس کے خلاف منصوبے کرنے والا یا

چاند چہرہ

دن بدن ذوق فزوں شوق فزوں ہے ساقی!
یہ ترے پیار و محبت کا فسوں ہے ساقی!

چاند چہرے سے ترے بزمِ جہاں ہے روشن
رونقِ بزم کہاں تیرے بِدُوں ہے ساقی!

پرچمِ حق تری دستار کا طرّہ آقا!
جھنڈا باطل کا ترے آگے نگوں ہے ساقی!

جلوہ افروز تُو ہر روز ہے کُل عالَم پر
دوسرا کون طلوع دہر میں یوں ہے ساقی!

غیر اپناتے ہوئے ہم کو کھنچے آتے ہیں
تیرے خدّام کا یہ جذبِ دروں ہے ساقی!

یہ شفق رنگ سحر نور کے دھارے سارے
تیرے عشّاق قتیلوں کا ہی خوں ہے ساقی!

جوش اور ہوش اکٹھے ہیں خدا کی قدرت!
دل میں طوفان بھی اور گہرا سکوں ہے ساقی!

شعر میں ڈھالے ہے راؔجہ تیری باتیں آقا!
اس کے چھا جانے کا یہ نیک شگوں ہے ساقی!

راجہ نذیر احمد ظفؔر

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بدنام کرنے والا مضبوط ہاتھ رکھتا ہے لیکن افواہیں پھیلانے والوں کو اس امر کو ملحوظ رکھنا چاہئے کہ جب آپ کوئی بات سنیں تو اس کی تحقیق کر کے ہی آگے پھیلائیں کیونکہ ہو سکتا ہے کہ آپ کے بات پھیلانے کی وجہ سے کسی کو نقصان پہنچ جائے یا اس کو قتل کر دیا جائے لیکن اگر یہ ثابت ہو جائے کہ محض غلط پروپیگنڈا ہے تو اس غلط پروپیگنڈا کی ابتداء کرنے والے کو قابل سزا قرار دینا چاہئے کہ اس نے کیوں ایسا فتنہ پیدا کیا جس کی وجہ سے ایک فرد یا افراد یا خاندان کو نقصان پہنچا اور اگر خدانخواستہ اس جھوٹے پروپیگنڈے کی وجہ سے کسی کو نقصان پہنچانے میں کامیابی ہو چکی ہے تو اس کے نقصان کی تلافی کرنے کی ضرورت ہوتی ہے کیونکہ یہی ایک طریق ہے جس سے افواہیں پھیلانے والوں' جھوٹے پروپیگنڈا کرنے والوں اور خود عزت حاصل کرنے کی خاطر دوسروں کو بدنام کرنے والوں کو سبق سکھانے کے لئے اور آئندہ کے لئے ان کی حوصلہ شکنی کے لئے سزا کا ایک ذریعہ بنایا جا سکتا ہے۔

OOO

بقیہ صفحہ 3

صدی احتیاط کرتے ہو تو خدا تعالیٰ 200 فی صد کرتا ہے۔ اور جب تم اپنے آپ کو عقل مند سمجھتے ہو۔ تو کیا خدا تعالیٰ (اللہ تعالیٰ اس سے محفوظ رکھے) اتنا بے وقوف ہے کہ وہ تمہاری بغیر اخلاص کے عبادت قبول کرے۔ تمہارے کھوٹے سے کھوٹے روپے کو صدقہ کے طور پر قبول کرے۔ اصل چیز اخلاص ہے۔ جب تک اخلاص پیدا نہ ہو جائے تب تک ترقی ممکن نہیں بڑی دقت یہی ہے۔ کہ لوگ اخلاص سے بہت دور ہیں عورتیں بالعموم لفاظی کو قبول کر لیتی ہیں۔ عورتیں احمدی کہلاتی ہیں لیکن سب برائیاں ان میں پائی جاتی ہیں۔ حالانکہ عمل اور اخلاص کی ضرورت ہے۔ جس کے بغیر ترقی ناممکن ہے۔ موجودہ حالت میں مردوں کے لئے اس کے سوا کیا چارہ ہے کہ یا تو احمدی عورتیں اخلاص پیدا کریں۔ یا پھر وہ ان کو چھوڑ دیں۔ اس وقت تک ایک بھی مثال ہمارے پاس ایسی نہیں کہ مرد نے احمدیت چھوڑ دی ہو اور عورت بچ گئی ہو۔ مردوں کے ساتھ عورتیں بھی احمدیت چھوڑ جاتی ہیں۔ جس کے یہ معنے ہیں کہ عورت کا اپنا کوئی ایمان نہیں۔ اس کا ایمان اس کے خاوند کا ایمان تھا۔ دس بیس میں سے کوئی ایک عورت تو ایسی ہوتی جس کے متعلق ہم کہہ سکتے کہ اس کا اپنا ایمان تھا۔ ان کے ایمان اپنے ایمان نہیں۔ بلکہ خاوندوں اور باپوں اور بیٹوں کے ایمان تھے۔ دیگ ایک چاول سے پہچانی جاتی ہے۔ یہ ایک نمونہ ہمارے سامنے ہے۔ شاید خدا تعالیٰ نے بھی اسی لئے یہ جماعت چھوڑنے کا واقعہ دکھایا کہ عورتوں کے ایمان کا پتہ لگ جائے۔

بقیہ صفحہ 4

پھیلتے پھیلتے آشور کی سلطنت ایسے مرحلے پر پہنچ گئی تھی کہ اس میں بسنے والے زیادہ تر لوگ ہم وطن نہیں تھے محکوم تھے اور اس کی سرحدوں پر ہمسائے یا اتحادی نہیں بستے تھے بلکہ خائف ہمسائے رہتے تھے جو اس قوم کی بربریت کے تصور سے بھی خوفزدہ تھے۔ اپنے آخری دور میں خصوصیت کے ساتھ اس قوم نے یہ حقیقت فراموش کر دی کہ ان کے ظلم سے سب ہمسائے بھی تنگ ہیں اور محکوم علاقے بھی عاجز آئے ہوئے ہیں۔

ایسی حالت میں پرانے عہد نامے کی کتاب صفنیاہ میں یہ پیشگوئی کی گئی۔

"اور اسور کو نیست کرے گا اور نینوہ کو ویران اور بیابان کی مانند خشک کر دے گا اور جنگلی جانور اس میں لیٹیں گے..... یہ وہ شادمان شہر ہے جو بے فکر تھا۔ جس نے دل میں کہا کہ میں ہوں اور میرے سوا دوسرا کوئی نہیں..... اس سرکش و ناپاک و ظالم شہر پر افسوس۔ اس نے کلام کو نہ سنا۔ وہ تربیت پذیر نہ ہوا۔ اس نے خدا پر توکل نہ کیا اور اپنے خدا کی قربت کی آرزو نہ کی"

(صفنیاہ باب 2'3)

اور اسی طرح مذکور ہے کہ حضرت یونس کی قوم کا توبہ کے بعد دنیوی فائدہ اٹھانا ایک مدت تک تھا۔

آخر ساتویں صدی قبل مسیح میں بابل اور مید کے بادشاہوں نے مشترکہ طور پر نینوہ پر حملہ کیا اور ایک طویل محاصرے کے بعد ان کی افواج شہر میں داخل ہو گئیں اور پورا شہر مکمل طور پر نذر آتش کر دیا گیا۔ اور اس قوم کی فوجی قوت اور شان و شوکت کی صف ہمیشہ کے لئے لپیٹ دی گئی۔ اپنے دار الحکومت کے تباہ ہونے کے بعد تاریخ میں آشور کی بادشاہت پھر کبھی قائم نہیں ہو سکی۔

OOO

بقیہ صفحہ 4

آتا ہے۔

بڑے اچھے مہمان نواز تھے مگر تکلفات سے پاک۔ خود بھی سادہ کھانا کھاتے اور مہمان کو بھی جو میسر ہوتا بڑی محبت سے پیش کر دیتے۔ مالی تنگی کو مہمان نوازی میں حائل ہونے نہیں دیتے تھے۔ سادہ غذا اور آخری وقت تک اپنے ہاتھ سے کام کرنے کی عادت کی وجہ سے صحت بہت اچھی تھی۔ قریباً 95 سال کی عمر پائی۔ صرف آخری ڈیڑھ سال ضعف بصارت کی وجہ سے عبادت کے لئے بیت الحمد نہیں جا سکتے تھے۔ آخری دنوں میں بھی جب ذرا طبیعت بحال ہوتی تو سہارے کے ساتھ مربی ہاؤس (جو کہ آپ کے گھر کے قریب تھا) تک چلے جاتے اور وہاں سے محترم مربی صاحب کا ہاتھ پکڑ کر سہارا لیتے ہوئے عبادت کے لئے بیت الحمد میں پہنچ جاتے۔ امامت سے بہت گہرا لگاؤ تھا جلسہ پر بڑے شوق سے جاتے۔ حضرت صاحب کے لندن چلے جانے سے بہت افسردہ اور غمگین رہتے اور پھر جب ایم۔ ٹی۔ اے کے ذریعہ حضرت صاحب کے خطبات سننے کی سہولت میسر آگئی تو بڑے اہتمام اور توجہ سے آکر خطبہ سنتے۔ کوشش کر کے پہلے پہنچ جاتے تاکہ ٹی۔ وی کے قریب اپنی پسندیدہ جگہ پر بیٹھ سکیں جہاں سے آواز اور تصویر صاف سنائی اور دکھائی دے۔ محترم صوفی غلام رسول صاحب مبارک ایام میں قریباً تین ہفتے قبل ہم سے ہمیشہ کے لئے جدا ہو گئے۔ دعا ہے مولا کریم آپ کے درجات بلند کرے۔ آپ کے پسماندگان کو صبر جمیل عطا کرے۔ آمین

OOO

بقیہ صفحہ 1

جب ان تینوں باتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے دعائیں کرو گے تو پھر وہ دعائیں وہ اثر کریں گی کہ اگر پہاڑوں کو کہو گے کہ ہٹ جاؤ تو وہ اپنی جگہ سے ہٹ جائیں گے۔ اور اگر دریاؤں کو کہو گے کہ اپنا راستہ بدل دو تو وہ اپنا راستہ بدل دیں گے۔ اگر ہماری جماعت کے لوگ اس طرح دعائیں کریں تو دنوں میں ان کو وہ کامیابی حاصل ہو سکتی ہے۔ جو سالوں میں ہو گی۔ اور گھنٹوں میں وہ کامیابی ہو سکتی ہے جو مہینوں میں ہو سکتی ہے۔

(از خطبہ 17۔ اپریل 1925ء)

OOO

احمدیہ ٹیلی ویژن انٹرنیشنل کے پروگرام

پاکستانی وقت کے مطابق

ہفتہ 21- فروری 1998ء

12-30 رات۔ جرمن سروس۔
1-35 سیرت حضرت امام جماعت احمدیہ الثانی از بی اے رفیق
2-45 خطبہ 98-2-20
3-50 فرانسیسی پروگرام۔
5-05 تلاوت۔ درس ملفوظات۔ خبریں۔
5-30 چلڈرنز کارنر۔ حضرت صاحب کے ساتھ ملاقات۔
6-25 لقاء مع العرب۔
7-30 خطبہ 98-2-20
8-00 اردو کلاس۔
9-05 کمپوٹرز سب کے لئے۔
9-40 فرانسیسی پروگرام۔
11-05 تلاوت۔ درس ملفوظات۔ خبریں۔
11-30 چلڈرنز کارنر۔ حضرت صاحب کے ساتھ ملاقات۔
12-25 سرائیکی پروگرام۔
1-20 سیرت حضرت امام الثانی۔
1-45 لقاء مع العرب
3-00 اردو کلاس۔
4-10 ڈاکو منٹری۔ سندھ کے آثار قدیمہ۔ ٹھٹھہ ٹاؤن
5-00 تلاوت۔ خبریں۔
5-30 سویڈش زبان سیکھئے۔
5-50 انڈونیشین پروگرام۔
7-00 بنگالی پروگرام۔
8-00 چلڈرنز کارنر حضرت صاحب کے ساتھ ملاقات۔
9-00 لقاء مع العرب۔
10-00 عربی پروگرام۔
11-05 تلاوت۔ درس ملفوظات۔
11-30 اردو کلاس۔

اتوار 22- فروری 1998ء

12-30 رات۔ جرمن پروگرام۔
1-30 کوئز پروگرام۔ سیرت حضرت امام جماعت الثانی۔
2-00 مجلس سوال و جواب۔ محمود ہال۔ 25-2-97
3-25 بچوں کی ملاقات حضرت صاحب کے ساتھ۔
4-25 سویڈش زبان سیکھئے۔
5-05 تلاوت۔ سیرت۔ خبریں۔
5-30 چلڈرنز کارنر۔ کوئز۔
6-00 لقاء مع العرب۔
7-00 کینیڈین ہورائزن فوڈ فار تھاٹ
8-00 اردو کلاس۔
9-00 سویڈش زبان سیکھئے۔
10-00 بچوں کی ملاقات حضرت صاحب کے ساتھ۔
11-05 تلاوت۔ سیرت۔ خبریں۔
11-30 چلڈرنز کارنر۔ کوئز۔
12-05 خطبہ 98-2-20
1-05 مجلس سوال و جواب۔ محمود ہال 25-7-97
2-35 لقاء مع العرب۔
3-00 اردو کلاس۔
5-05 تلاوت۔ خبریں۔
5-30 چینی زبان سیکھئے۔
6-00 انڈونیشین پروگرام۔
7-00 بنگالی پروگرام۔
8-00 حضرت صاحب کی ملاقات انگریزی بولنے والے احباب کے ساتھ۔
9-00 لقاء مع العرب۔
10-00 افریقن پروگرام۔
11-05 تلاوت۔ سیرت
11-25 اردو کلاس۔

اعلان داخلہ

O NFC انسٹی ٹیوٹ آف انجینئرنگ ملتان نے 4 سالہ کیمیکل انجینئرنگ بیچلر پروگرام میں داخلہ کیلئے درخواستیں طلب کی ہیں۔ یہ پروگرام بہاؤ الدین ذکریا یونیورسٹی ملتان سے الحاق شدہ ہے۔ تعلیمی قابلیت میں کم از کم F.Sc. پری انجینئرنگ مضامین کے ساتھ ہونا لازمی ہے۔ داخلہ فارم وغیرہ 400 روپے کے عوض دفتر سے یا 450 روپے بذریعہ UMS وغیرہ ارسال کر کے ادارہ سے حاصل کئے جا سکتے ہیں۔ مکمل داخلہ فارم جمع کروانے کی آخری تاریخ 16- مارچ 98ء ہے۔

(نظارت تعلیم)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

خبریں

ربوہ: 19 فروری 1998ء
درجہ حرارت کم از کم 8 درجے سنٹی گریڈ
زیادہ سے زیادہ 18 درجے سنٹی گریڈ

○ وزیر اعظم محمد نواز شریف کے دورہ چین پر کلنٹن انتظامیہ نے تشویش کا اظہار کیا ہے اور چین کے خلاف پابندیوں کی دھمکی دی ہے۔

○ وفاقی کابینہ نے ایک اور دو روپے کے کاغذی نوٹوں کی جگہ سکہ لانے کا فیصلہ کیا ہے۔

○ وزیر اعظم محمد نواز شریف نے ہانگ کانگ کے دورہ کے بعد اسلام آباد روانگی سے قبل ایک بیان میں کہا کہ سرمایہ کاری کانفرنس اور پاکستانی باشندوں سے نتیجہ خیز ملاقات کے حوالے سے میرا یہ دورہ انتہائی مفید اور کامیاب رہا ہے۔

○ چیف جسٹس آف سپریم کورٹ جسٹس اجمل میاں نے کہا ہے کہ کسی جج سے اس کے فیصلہ کے بارے میں پوچھا نہیں جاسکتا۔ کیونکہ یہ اس کا صوابدیدی اختیار ہے اعتراض بھی نہیں کیا جاسکتا۔ انہوں نے کہا کہ پارلیمنٹ میں آزادی اظہار کا جائزہ لیا جائے گا۔

○ وکلاء کی دہشت گردوں کے ہاتھوں ہلاکت کے خلاف پنجاب بار کونسل کی اپیل پر پنجاب بھر کے وکلاء نے ہڑتال کی اور عدالتوں کا بائیکاٹ کیا۔ 20 وکلاء قتل ہو چکے ہیں لیکن دہشت گردوں کو ابھی تک گرفتار نہیں کیا گیا۔

○ نجی شعبہ کی طرف سے 55 ہزار ٹن چینی ٹرین اور بحری جہازوں کے ذریعے بھارت بھیجی جائے گی۔

○ عرب امارات نے ویزا پالیسی میں تبدیلی کر دی ہے۔ اب ویزا حاصل کرنے والوں کو 30 دن کی بجائے 14 دن کے اندر یو اے ای میں داخل ہونا پڑے گا۔

○ لاہور میں ہزاروں لوگ بسنت کی تیاریوں میں لگ گئے ہیں۔

○ مسلم لیگی رکن قومی اسمبلی چوہدری عبدالحمید کے داماد نے اپنے ولیمے میں ہزاروں افراد مدعو کئے اور لاکھوں روپے کر کے میرج ایکٹ کی دھجیاں بکھیر دی ہیں۔

○ پشاور سے کراچی جانے والی خوشحال خان خٹک مسافر ٹرین کی ایک کوچ کا فرش ٹوٹنے سے 3 مسافر ہلاک اور 2 زخمی ہو گئے۔ جائے حادثہ پر انسانی اعضاء بکھر گئے۔

○ ڈپٹی کمشنروں کو مردم شماری میں رکاوٹ ڈالنے والوں کو سزا دینے کا اختیار دے دیا گیا ہے۔

○ امریکی سائنس دانوں نے تین میٹر دور بند کمرے سے بھی سانس کا پتہ لگانے والا ریڈار سسٹم تیار کر لیا ہے۔

○ قومی سائنس دان ڈاکٹر عبدالقدیر خان نے کہا ہے کہ دنیا میں باوقار طور پر رہنے اور باعزت مقام حاصل کرنے کے لئے ضروری ہے کہ ہم سائنس اور ٹیکنالوجی کے شعبے میں ترقی کریں۔ انہوں نے بتایا کہ تمام مسلم ممالک میں کل 45 ہزار سائنس دان، اسرائیل میں 35 ہزار اور صرف جاپان میں چار لاکھ سائنسدان ہیں۔

○ صدر مملکت محمد رفیق تارڑ نے کہا ہے کہ نواز، اے این پی ملاقات جلد ہوگی۔ پختونخواہ کا مسئلہ بات چیت سے حل ہو جائے گا۔ ایوان صدر میں ڈاؤن سائزنگ جلد مکمل ہو جائے گی۔ کوئلہ کے ذخائر بجلی پیدا کرنے کے لئے استعمال کئے جائیں۔

○ وزیر اعظم نواز شریف نے عوامی نیشنل پارٹی کو صوبہ سرحد کا نام پختونخواہ رکھنے کی بجائے خیبر رکھنے کی پیشکش کر دی ہے۔ خلیج ٹائمز میں شائع ہونے والی رپورٹ میں دعویٰ کیا گیا ہے کہ یہ پیشکش وزیر اطلاعات مشاہد حسین کے ذریعے بھجوائی گئی ہے۔

○ عوامی نیشنل پارٹی کے سربراہ ولی خان نے کہا ہے کہ لوٹا کریسی قائد اعظم کے اقدامات سے شروع ہوئی۔ قیام پاکستان کو ایک ہفتہ بھی نہیں ہوا تھا کہ ہماری وزارت برطرف کرنے کے لئے آئین میں ترمیم کر دی گئی پھر گورنر راج نافذ کرنے کی بجائے قیوم خان کو وزارت بنانے کی دعوت دی۔ ہماری اکثریت کے باوجود ارکان اسمبلی کی خرید و فروخت کا بازار گرم ہوا۔ جو بکنے سے انکاری ہوئے۔ جیل بھیج دیئے گئے۔ ان کی جائیدادیں ضبط کر لی گئیں۔ گھروں اور دوکانوں کو لوٹ لیا گیا۔ تقریباً ایک سال بعد ہمارے جلسے پر گولی چلائی گئی۔ جس سے چھ سو افراد مارے گئے۔ قائد اعظم اس وقت بھی موجود تھے۔

○ وفاقی وزیر صوبائی رابطہ چوہدری نثار علی خان نے کہا ہے کہ ولی خان نے قائد اعظم کے خلاف ریمارکس نہیں دیئے۔ نو سالہ اتحاد کا تلخیوں پر خاتمہ نہیں ہونا چاہئے۔ اخبارات نے ولی خان کے بیانات اپنے رنگ میں شائع کئے ہیں۔

○ وزیر اعظم محمد نواز شریف نے کہا ہے کہ ولی خان قابل احترام بزرگ ہیں۔ پختونخواہ گھر کا معاملہ ہے۔ ہم آپس میں طے کر لیں گے۔ مسلم لیگ اور اے این پی کا اتحاد کامیابی سے چل رہا ہے۔ میں نے ہمیشہ ہر معاملے سے ان سے مشورہ لیا ہے۔ اختلافات جمہوریت کا حصہ ہیں۔ انہیں باہمی افہام و تفہیم سے طے کر لیا جائے گا۔ ضرورت محسوس ہوئی تو ان سے ملاقات کروں گا۔

○ بیگم نسیم ولی خان نے کہا ہے کہ ولی خان نے قائد اعظم کے متعلق تاریخی حقیقتوں کا ذکر کیا ہے۔ باچا خان قوم کے عظیم محسن تھے۔ ان کی برسی پر سرکاری اشتہارات جاری ہو گئے تو کیا ہوا۔ کھیل مسلم لیگ میں جاری ہے۔ جال میرے لئے نہیں خود نواز شریف کے لئے تیار کیا جا رہا ہے۔

○ پیپلز پارٹی کے مرکزی رہنماؤں خالد کھرل جہانگیر بدر اور مشتاق اعوان وغیرہ نے کہا ہے کہ ولی خان ہوش و حواس کھو بیٹھے ہیں انہیں پاگل خانہ بھیجا جائے۔ بابائے قوم کی شان میں گستاخی ناقابل برداشت ہے۔

○ سابق چیف جسٹس لاہور ایوان عدل پہنچے تو وکلاء نے شاندار استقبال کیا۔

پلاٹ برائے فروخت

پورا پلاٹ پونے چار کنال بالمقابل کوٹھی چوہدری شاہ نواز دارالصدر شمالی برائے فوری فروخت۔ رابطہ محمد خالد گورایہ پرنسپل نصرت جہاں اکیڈمی ربوہ فون نمبرز (دفتر212067)(گھر212513)

قطعہ اراضی برائے فروخت

ایک قطعہ اراضی رقبہ 16 کنال ساہیوال روڈ ربوہ پر قابل فروخت ہے۔ رقبہ برلب سڑک ہے۔ پختہ چاردیواری بنی ہوئی ہے۔ نیز عارضی رہائش کیلئے دو کمرے بھی بنے ہوئے ہیں۔
خواہش مند حضرات رابطہ کریں۔

فون نمبرز 213161-211202

مکان برائے فروخت / کرایہ

سات مرلہ خوبصورت گھر تین بیڈ، اٹیچ باتھ لاؤنج، ڈرائنگ / ڈائننگ، بڑا پورچ قابل دید ڈیزائن مناسب قیمت برائے فروخت کرایہ کیلئے واقع نزد عادل ہسپتال ڈیفنس روڈ
رابطہ: ملک محمود انور لاہور
فون: 6651553

کوٹھی برائے فروخت

رقبہ ایک کنال سوئی گیس، بجلی، پانی کی سہولت میسر ہے۔ دیگر معلومات کیلئے مندرجہ ذیل ایڈریس پر رابطہ کریں۔
معرفت سردار کرامت اللہ واقع دارالصدر غربی
فون: 212315
دارالرحمت شرقی ریلوے روڈ ربوہ

عزیز ہومیو پیتھک کلینک اینڈ سٹور
گول بازار ربوہ ● فون: 212399 پوسٹ کوڈ 35460

DWARFISHNESS COURSE Rs. 150/-
چھوٹا قد
قد کا چھوٹا ہونا، بونا پن، نشوونما کی کمی کیلئے مفید کورس
کیوریٹو میڈیسن (ڈاکٹر راجہ ہومیو) کمپنی گولبازار ربوہ
Phone: 771/213156 - FAX 212299

نیشنل کالج برائے کمپیوٹر اسٹڈیز ربوہ

مورخہ 2۔مارچ 98ء سے کمپیوٹر ڈپلومہ کورس DWA کی نئی کلاسز شروع ہو رہی ہیں جس میں درج ذیل مضامین پڑھائے جائیں گے۔
(1) MS-DOS & LAN
(2) WINDOWS 3.1,95 & N.T. 4.0 (3) WINWORD
(4) MS-EXCEL (5) FOXPRO FOR WINDOWS 2.06
(6)Six Months daily typing training / practice through Computer Programs.

☆ دورانیہ چھ ماہ ☆ داخلہ کی آخری تاریخ 22 فروری ہے ☆ مستحقین، شاندار تعلیمی ریکارڈ رکھنے والوں اور واقفین کے لئے نصف فیس کی سہولت ☆ پہلے آنے والوں کو ترجیح دی جائے گی ☆ کالج تجربہ کار اساتذہ، کشادہ لیکچر رومز، مکمل ائرکنڈیشنڈ لیبارٹری اور جدید ترین (PENTIUM) کمپیوٹروں سے آراستہ ہے۔

مزید معلومات کالج واقع 23۔ شکور پارک ربوہ یا بذریعہ ٹیلی فون 212034 حاصل کی جاسکتی ہیں۔